رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچروپیہ سالانہ مع محصول



مطبع معارف میں چھپکر
دفتر دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہوا

کتبخانۂ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامۂ شبلی نعمانی رح

سیرة النبی صلعم حصۂ اول طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ ۶ سے للعہ،

ایضاً حصۂ دوم طبع اول قیمت باختلاف کاغذ عہ، سعہ،

ایضاً حصۂ دوم طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ (زیر طبع)

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف و طرز حکومت، ۳

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات، ۱۲

الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ ۱۲

سیرة النعمان، امام ابوحنیفہ کی سوانح عمری اور انکے اجتہاد و مسائل ۱۲

سوانح مولانا روم مولانا جلال الدین رومی کی مفصل سوانح عمری

مثنوی شریف اور دیگر تصنیفات پر تقریظ، ۱۲

مقالات شبلی مولانا کے ۱۳ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ عہ

رسائل شبلی، مولانا کے ۱۱ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ ۱۲

بیان خسرو، خسرو کے حالات زندگی اور انکی شاعری پر ریویو،

شعر العجم حصۂ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز و قدما کا دور،

ایضاً حصۂ دوم، شعرائے متوسطین کا دور، ۱۲

ایضاً حصۂ سوم، شعرائے متاخرین کا دور، ۱۲

ایضاً حصۂ چہارم، فارسی شاعری پر ریویو، ۲

ایضاً حصۂ پنجم، فلسفیانہ صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ ۱۲

الانتقاد علی التمدن الاسلامی جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر ریویو عربی میں ۱۲

موازنۂ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری پر ریویو ۲

سفرنامۂ روم و مصر و شام مطبوعہ معارف پریس قیمت ۱۲

مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور

ان کے جوابات، ۱۲، عہ ۱۲

علم الکلام مسلمانوں کے علم کلام کی تاریخ، اسکی عہد بعہد کی ترقیاں

و متکلمین کے نظریات و مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس، ۱۲

الکلام، مولانا کی مشہور تصنیف، جدید علم کلام جس میں

عقلی دلائل سے مذہب کو فلسفہ کے مقابلہ میں ثابت کیا ہے اور

ملاحدہ اور منکرین کے دلائل کا رد کیا ہے، طبع سوم مطبوعہ معارف زیر طبع،

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء میں مولانا

نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین و اعلیٰ مطبع نامی کانپور، ۲

مجموعۂ کلام شبلی، اردو ۱۲

مثنوی صبح امید، ۴

کلیات، مولانا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات

قطعات کا مجموعہ، جو ابتک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستۂ گل

بوئے گل، برگ گل، کے ناموں سے چھپے تھے اس میں سب یکجا کر دیئے

گئے ہیں، ۲۰ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپائی قیمت ۱۲

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ۴

تفسیر سورۂ والتین 〃 〃 ۴

تفسیر سورۂ والکوثر 〃 〃 ۴

تفسیر سورۂ عبس 〃 〃 ۴

الرای الصحیح فی من ھو الذبیح، عربی میں حضرت

اسمٰعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پرزور رسالہ، ۱۰

اسباق النحو حصۂ اول و دوم سہل طرز پر عربی گرامر اردو، ۱۱

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر، ۱۲

خردنامۂ منظوم، خاص فارسی زبان میں امثال سلیمان کا ترجمہ،

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے مدین اصحاب

الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار،

انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور

مجلد سیزدہم | ماہ صفر ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۲۳ء | عدد سوم

مضامین

معذرت

افسوس ہے کہ اڈیٹر صاحب سخت بیماری میں مبتلا ہیں، اس لیے پرچہ تعویق کے ساتھ اور مجبوراً بغیر شذرات کے شایع ہوتا ہے، ناظرین معاف فرمائیں،

"منیجر"

مقالات

پیامِ امن کا ایک باب

اسلام اور امن

ہمارے دوست مولوی عبد الماجد صاحب بی اے "پیام امن" کے نام سے موسیو رچرڈ پال کی ایک تصنیف کا ترجمہ اور تلخیص کر رہے تھے جس کے چند ابواب کبھی معارف مین شایع ہو چکے، ہمارے دوست نے اِس ترجمہ او تلخیص کے علاوہ تبصرہ کے عنوان سے چند نئے ابواب آخر مین بڑھائے ہین، جن مین مسیحیت اور امن اور اسلام اور امن کے دو بڑے ابواب ہین، ذیل مین ہم دوسرے باب کے کچھ ابتدائی صفحات نذر ناظرین کرتے ہین، جن سے اون کو کتاب کی نوعیت اور حسن وخوبی کا اندازہ ہوگا[1]

مسیحیت کے جو احکام امن سے متعلق ہین، اون کی تصریح گزر چکی، لیکن اوس مذہب کی اِس باب مین کیا تعلیم ہی، جس کے پیروؤن کی تعداد، کہا جاتا ہی کہ دنیا مین اِس وقت تیس کرور ہی، جس کا نام عقلائے یورپ نے مذہب شمشیر رکھا ہی، جس کے متعلق دانایانِ فرنگ کا دعوی ہی کہ وہ قتل وخونریزی کا معلم ہی اور جس کے یہان جہاد ایک فریضۂ مذہبی کی حیثیت رکھتا ہی، جس امت کے پیمبر نے بارہا خود جہاد کیا ہو، جس شریعت نے مقاتلۂ کفار کو وسیلۂ جنت بتایا ہو، جس مذہب نے غزا کو اعمال حسنہ مین سب سے اونچے درجہ پر رکھا ہو، ایسے مذہب اور ایسی شریعت سے بھلا تائید امن وآشتی کی کیا توقع ہوسکتی ہی؟ اِس کے ہان تو قدم قدم پر جدال و

[1] کتاب چھپکر بالکل تیار ہی قیمت ... دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے ملیگی،

قتال، کشت وخون کی تاکید ملیگی،

لیکن واقعہ یہ ہی کہ اگر کسی مذہب نے امن وامان کو اپنا نصب العین قرار دیا ہی، اور مستقل وپائدار حالت امن کے اسباب وبواعث کے بہم پہنچنے پر سب سے زیادہ زور دیا ہی، تو وہ اسلام ہی ہی، اس مین شبہہ نہین کہ قیام امن کی تاکید اپنے اپنے پیرؤون پر دنیا کے ہر مذہب نے رکھی ہی، لیکن اسلام کی فضیلت مخصوص یہ ہی کہ اس نے جس اہتمام کے ساتھ اس مقصد کے حصول پر زور دیا ہی، جس تفصیل و وضاحت کے ساتھ اسکے تدابیر و ذرائع بیان کئے ہین، اور جس جامعیت کے ساتھ اس کے موجبات وموانع پر نظر کی ہی، اوس کی نظیر سے دنیا کا مذہبی لٹریچر خالی ہی،

اوپر کے کسی باب مین دکھایا جاچکا ہی کہ دنیا کے سارے اختلافات ومناقشات کی بنیاد انسان کے جذبۂ خودی پر ہی، جس کے باعث ایک کو دوسرے سے مغایرت پیدا ہوتی ہی، اور یہی رفتہ رفتہ مخالفت بلکہ منافرت کی شکل اختیار کرلیتی ہی، اس زہر کا سب سے بڑا تریاق عقیدۂ توحید ہی، یعنی اگر انسان کو دوسرون سے کوئی اصولی اختلاف نہ نظر آئے، وہ اپنے کو تمام موجودات سے متحد سمجھنے لگے، اور بجائے کثرت و تعدد کے اسے ہرطرف وحدت ہی کی جلوہ آرائیان نظر آنے لگین، تو عداوت بلکہ مغائرت واجنبیّت تک کا جذبہ اس کے دل سے محو ہوجائے، اور کائنات مین ہرسمت امن وآشتی کی منادی ہوجائے۔

اسلام کا اصلی کارنامہ یہ ہی کہ اس نے اپنے نظام عقائد مین بلند ترین مرتبہ اسی عقیدۂ توحید کو دیا ہی، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسلام کا مقصد حقیقی صرف منادی توحید ہی باقی اور تمام مسائل ضمناً وفرعاً آگئے ہین، منافقین تک کو یہ تسلیم ہی کہ عقیدۂ توحید جس مکمل صورت مین اسلام مین ملتا ہی، اور کہین نہین ملتا اگر وہ تمام آیات قرآنی جن مین توحید کی دعوت اور شرک کی مذمت ہی یکجا کی جائین تو تمام کائنات کی اصل خدا، اور صرف خدا ہی، اور اس کے سوا اور کسی ہستی کی جانب خلق، امر یا وجود حقیقی کا انتساب کرنا شرک ہی،

جن لوگون کا عقیدۂ توحید راسخ ہی، جو لوگ اس پر اعتقاد رکھتے ہین کہ ہستی مطلق انسان کی رگ جان

سے بھی قریب تر ہی[1]، جو اشخاص اس پر یقین رکھتے ہین کہ موجودات کے ذرہ ذرہ کا مبدا اور مرجع صرف وہی ذات واجب الوجود ہی[2] جن افراد کو اس کا اذعان ہی، کہ ہر شئی کی ابتدا و انتہا ظاہر و باطن سب خدا ہی ہی[3] جن نفوس کا اس پر ایمان ہی کہ جملہ حوادث عالم محض مشیئت باری ہی کے مختلف مظاہر و شئون ہین[4]، اور جو لوگ اس کے قائل ہین کہ کفر و ایمان دونون کا خالق ایک ہی ہی[5] بھلا وہ کبھی اور کسی حالت مین بھی کسی سے عداوت و منافرت کا جذبہ از راہ نفسانیت رکھ سکتے ہین، اگر کسی صنعت کی تنقیص کرنا صانع کی منقصت کی مستلزم ہے، تو مخلوقات مین سے کسی کی عیب جوئی کرنا بدرجۂ اولی اس کے خالق کی کھلی ہوئی توہین و تنقیص ہوگی،

پھر قرآن نے صرف روحانی اتحاد اصل و اشتراک پر بس نہین کی، بلکہ تصریح کے ساتھ یہ بھی کہدیا کہ جسمانی و مادی حیثیت سے تمام نسل انسانی ایک ہی خاندان کی ہی، سب کے والدین ایک ہی ہین، اور آج دنیا مین جو مختلف جماعات و قبایل نظر آرہے ہین، سو یہ تقسیم صرف اسلئے ہی کہ باہم گر امتیاز و شناخت ہوسکے

یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی	اے انسانو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا
وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا	کیا اور تمھارے خاندان و قبائل بنائے تاکہ تم ایک دوسرے
(حجرات رکوع ۲)	سے پہچانے جاؤ،

اس اتحاد اصل و نسل کے ذہن نشین ہوجانے کے بعد مغایرت و منافرت کا شائبہ تک نہین باقی رہ سکتا[6]

شرک سے قطع نظر کرکے جو تمام تر ایک ذہنی و اعتقادی مسئلہ ہی، اعمال کی فہرست مین اسلام نے بدترین معصیت فتنہ و فساد کو قرار دیا ہی، قرآن مین اس کے لئے شدید ترین وعیدین نازل ہوئی ہین، اور تکرار و تواتر کے ساتھ اس سے محترز رہنے کی تاکید آئی ہی، آیات ذیل ملاحظہ ہون،

---

[1] انہ ھو یبدء و یعید۔ والیہ ترجع الامور وانا الیہ راجعون والیہ المصیر وغیرہ
[2] ھو الاول والآخر والظاھر والباطن [3] قل کل من عند اللہ [4] ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن

الذین ینقضون عھد اللّٰہ من بعد میثاقہ	جو لوگ خدا کا عہد ایک مرتبہ باندھ چکنے کے بعد توڑتے
ویقطعون ما امر اللّٰہ بہ ان یوصل	ہین اور خدا نے جن رشتون کے جوڑے رہنے کا حکم دیا ہی،
ویفسدون فی الارض اولئک	اونھین کاٹتے ہین، اور زمین پر فساد کرتے پھرتے ہین،
ھم الخٰسرون۔ (بقرہ رکوع ۳)	وہی گھاٹے مین رہین گے،
ولا تعثوا فی الارض مفسدین (بقرہ رکوع ۷)	زمین پر فساد کرتے نہ پھرو،
واللّٰہ لا یحب الفساد (بقرہ رکوع ۲۵)	خدا فساد کو پسند نہین کرتا،
واللّٰہ لا یحب المفسدین (مائدہ رکوع ۹)	خدا مفسدین کو دوست نہین رکھتا،
ولا تبغ الفساد فی الارض، (قصص رکوع ۸)	زمین مین فساد نہ پھیلاؤ،

یہ چند آیات نمونہ کے طور پر درج کی گئین، ورنہ اس مضمون کی کل آیات بیسیون کی تعداد مین موجود ہین،

اِسلام نے صرف فتنہ و فساد کو معصیت کبریٰ قرار دینے پر اکتفا نہین کی، بلکہ جو چیزین محرک فساد ہو سکتی ہین، سرے سے اونھین کی جڑ کاٹ دی، دنیا مین جتنے محاربات برپا ہوتے رہتے ہین، عموماً اون کے تہ مین حُبّ جاہ، حُبّ زر، حُبّ اقتدار کے جذبات کام کرتے ہوتے ہین، جرمنی اسلیئے اعلان جنگ کرتا ہی کہ انگریزون کے بحری مقبوضات اس کے مقابلے مین بہت زاید ہین، انگلستان اسلیئے مصروف پیکار ہوتا ہی کہ جرمنی کی روز افزون طاقت سے اسے اپنی قوت کے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہی، غرض اسی طرح اکثر جنگ کے پردہ مین مال و دولت کی طمع کام کرتی ہوتی ہی، اسلام نے اپنے پیروؤن کے سامنے جس فردوس عمل کا نقشہ پیش کیا ہی، اوس مین "شجر ممنوعہ" اسی دنیوی مال و دولت کو قرار دیا ہی کہ جب اِس مادّی زندگی کی محبت ہی دل سے نکل جائے گی، تو مسابقت و مفاخرت کا از خود خاتمہ ہو جائے گا، قرآن نے صدھا مختلف پیرایون اور اسلوبون سے حیات دنیوی کی مذمت و منقصت کی ہی، اور اس کی بے ثباتی پر سطر سطر مین زور دیا ہی، مثلاً

زین للناس حب الشھوات من النساء	انسان کی فطرت ایسی ہی کہ اسے مرغوبات دنیوی مثلاً
والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب	ازواج و اولاد اور زر و سیم کے بڑے بڑے ڈھیرون
والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام	اور عمدہ گھوڑون اور مویشیون اور کھیتون کے ساتھ
والحرث ذلک متاع الحیوۃ الدنیا	وابستگی ہوتی ہی حالانکہ یہ دنیوی زندگی کے عارضی فواید
واللہ عندہ حسن المآب - (آل عمران رک ۲)	ہین اور ہمیشہ کا اچھا ٹھکانا تو اوسی اللہ کے ہان ہی،
واعلموا انما اموالکم واولادکم	تو واقف ہو کہ تمھاری اولاد اور تمھارا مال تمھارے
فتنہ (انفال رک ۳)	لیے فتنہ ہی،
یقوم انما ھذہ الحیوۃ الدنیا متاع وان	اے قوم! یہ حیات دنیوی محض چند روزہ ہی اور مستقل جگہ
الاخرۃ ھی دار القرار (مومن رک ۵)	تو وہی آخرت ہی،
انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو (محمد رک ۴)	یہ حیات دنیوی تو محض ایک کھیل ہی،
وما ھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھو ولعب	یہ دنیوی زندگی تو محض ایک کھیل تماشا ہے اور دار
وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان (عنکبوت رک ۷)	آخرت ہی کی زندگی اصل زندگی ہی،
اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ	جانے رہو کہ حیات دنیوی بس یہی کھیل تماشا ظاہری طمطراق
وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال	آپس مین ایک دوسرے پر فخر کرنا اور ایک دوسرے سے
والاولاد (حدید رک ۲)	بڑھ کر مال و اولاد کا خواستگار ہونا ہی،
زین للذین کفروا الحیوۃ الدنیا	جو لوگ کافر ہین، اون کی نظرون میں ہم نے حیات دنیوی کو
(البقرہ - اخر ۲۶)	زینت دے رکھی ہی،
وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور (آل عمران رک ۱۹)	دنیا کی زندگی بجز دھوکے کی پونجی کے اور کچھ نہین،

ایک جگہ یہان تک کہہ دیا ہی کہ آسمانی بادشاہت صرف انھین لوگون کا حصہ ہی، جو دنیوی حیثیت سے

مسکین اور مادی کشمکش سے الگ رہتے ہین،

تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین۔ (قصص رک ۹)

یہ آخرت کا گھر مخصوص انھین لوگون کے لیئے ہی جو دنیا مین اپنی برتری کے خواہان نہین ہین اور فساد نہین کرتے اور انجام بخیر تو پرہیزگارون ہی کے حصہ مین ہے،

جس شریعت نے دنیا اور حیات دنیوی کا مرتبہ اسقدر پست رکھا ہی، وہ ایک لمحہ کیلئے بھی اسکی روادار نہین ہوسکتی کہ اس پر ایمان رکھنے والی قوم، دولت وجاہ، سلطنت وحکومت زر وزمین کے لیئے تلوار ہاتھ مین لے،

ان تصریحات کے پہلو بہ پہلو قرآن نے بالواسطہ بھی نفس انسانی مین دنیا کی بے ثباتی اور دولت وحکومت کی بے حقیقی کا نقش بٹھانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین ہونے دیا، فطرت بشری دوسرون کے عبرتناک انجام سے خاص طور پر متاثر ہوتی ہی، قرآن مجید نے اس آلہ سے پوری طرح کام لیا، اور اقوام گزشتہ ومشاہیر افراد کے جتنے قصے بیان کیئے یہ نکتہ سب مین ملحوظ رکھا ہی کہ ان کے سننے اور پڑھنے سے انسان کی مادی خواہشون اور تمناؤن، حرص، وطمع، کبر وغرور کا زبردست دیو مغلوب ہو، قوم عاد وثمود، فرعون ونمرود ان سب کے واقعات مین یہی خصوصیت مشترک ہی، مثال کے طور پر ہم صرف ایک حکایت درج کرتے ہین، جو جاہ ودولت، زینت وامارت کے نقش بر آب ہونے کی ایک بولتی ہوئی تصویر ہی، اور جسے بغور پڑھنے کے بعد ممکن نہین کہ بڑے سے بڑے ہوس پرست کا دل بھی کچھ دیر کے لیئے متاثر نہ ہوجائے

ان قارون کان من قوم موسیٰ فبغی علیھم واتینہ من الکنوز ما ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ اذ قال لہ قومہ لا تفرح ان اللہ

قارون موسیٰ کی قوم (بنی اسرائیل) مین ایک شخص تھا پھر وہ ان پر ظلم کرنے لگا، اور ہم نے اوس کو اسقدر خزانے دے رکھے تھے کہ کئی زور آور مرد اوس کی کنجیان بمشکل اٹھا سکتے تھے، ایک مرتبہ اوس کی قوم

لا یحب الفرحین وابتغ فیما اتٰک	(کے بعض لوگون) نے اوس سے کہا کہ اترایا مت کر، خدا
الله الدار الاخرة ولا تنس نصیبک	اترانے والون کو پسند نہین کرتا، اور یہ جو (سازوسامان)
من الدنیا واحسن کما احسن الله	خدا نے تجھے دے رکھا ہی اس مین سے کچھ آخرت کے گھر
الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان	کی بھی فکر کرتا رہ (البتہ) دنیا سے جو تیرا حصہ ہی اوس کو
الله لا یحب المفسدین۔ قال انما	فراموش نہ کر، اور جس طرح خدا نے تیرے ساتھ احسان
اوتیته علی علم عندی اولم یعلم	کیا ہی، تو دوسرون کے ساتھ احسان کرتا رہ اور ملک مین
ان الله قد اهلک من قبله من	فساد کا خواہان نہ ہو کہ خدا مفسدون کو پسند نہین کرتا،
القرون من هو اشد منه قوة واکثر	اوس نے جواب دیا کہ یہ (جاہ وثروت) تو مجھکو اپنی لیاقت
جمعا۔ ولا یسئل عن ذنوبهم المجرمون	سے حاصل ہوئی ہی، کیا قارون نے (یہ کہتے وقت) یہ خیال
فخرج علی قومه فی زینته قال الذین یریدون	نہ کیا کہ اس سے پہلے خدا پچھلی امتون مین ایسے ایسے لوگون کو
الحیوة الدنیا یلیت لنا مثل ما اوتی	ہلاک کر چکا ہی، جو (بہ لحاظ جاہ وحشمت) اس سے کہین زیادہ
قارون انه لذو حظ عظیم وقال	قوت رکھتے تھے، اور بہ لحاظ سرمایہ بھی اس سے کہین بڑے
الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب الله	تھے اور گنہگارون سے سزا کے وقت پوچھ گچھ نہین کی جایا کرتی،
خیر لمن آمن وعمل صالحا	اس کے بعد (ایک روز) قارون اپنی شان وشوکت کے
ولا یلقها الا الصبرون	ساتھ اپنی قوم والون کے سامنے نکلا، تو جو لوگ حیات دنیوی
فخسفنا به وبداره الارض	کے طلبگار تھے (حسرت سے) کہنے لگے کہ جیسا کچھ سازوسامان
فما کان له من فئة ینصرونه	قارون کے پاس ہی اے کاش ہمارے پاس بھی ہوتا، اس مین
من دون الله وما کان	شک نہین کہ قارون بڑا ہی خوش قسمت ہی (البتہ) جن لوگون کو
من المنتصرین واصبح الذین	خدا کے ہان سے علم کی دولت دی گئی تھی وہ بولے کہ تمھاری

تمنوا مکانه بالامس یقولون ویکان الله یبسط الرزق لمن یشاء من عباده ویقدر لولا ان من الله علینا لخسف بنا ویکانه لا یفلح الکافرون (قصص رک ۸)

سمجھ پر افسوس جو شخص ایمان لاتا اور عمل نیک کرتا رہا اسکا ثواب (قارون کے مال و دولت سے) کہین بڑھکر ہی مگر وہ ثواب بجز صبر کرنے والون کے اور کسی کو نہین ملتا، پھر ہم نے قارون اور اوس کی کوٹھی کو زمین مین دھنسا دیا، اوس وقت کوئی جماعت اوس کی مدد کو نہ اوٹھی اور نہ وہ خود اپنے تئین بچا سکا، اور جو لوگ کل شام تک اوس کی جگہ ہونے کی آرزو کرتے تھے وہ آج صبح کہنے لگے کہ ارے غضب! خدا ہی اپنے بندون سے جس کی روزی چاہتا ہی فراخ کر دیتا ہے، اور جس کی چاہتا ہی محدود کر دیتا ہی اور اوسکا کرم اگر ہم پر نہوتا تو ہم کو بھی وہ قارون کی طرح دھنسا دیتا ارے غضب! بات یہ ہی کہ ناشکرونکو فلاح نصیب نہین ہوتی،

اِس قسم کے عبرت انگیز حکایات و قصص کے بیان کرنے سے قرآن کا مقصد یہی ہی کہ مسلمانون کے دل پر مال و ثروت کی بے حقیقی کا گہرا نقش ثبت ہو، اور مادی شان و شوکت کی طرف سے اون کی طبیعت از خود ہٹ جائے

ایک مسلمان کو اپنے مخالفین کے ساتھ کیونکر پیش آنا چاہیئے، عام دنیا کے ساتھ اس کا کیا سلوک رہنا چاہیئے، اور اگر اغیار اوس کے مذہب و معتقدات پر اعتراض کرین تو اون کے مقابلہ مین اسے اپنا کیا طرز عمل رکھنا چاہیئے، قرآن نے اِن مین سے ہر سوال کا جواب تفصیل کے ساتھ دیا ہی، عفو و درگذر، حلم و تحمل اور احسان عام کا اِس سے بار بار حکم دیا ہی، صرف مسلمانون کے مقابلہ مین نہین بلکہ کل دنیا کے مقابلہ مین جس مین کفار بھی شامل ہین، ایک جگہ ارشاد ہوتا ہی کہ

وقولوا للناس حسناً (بقرہ رک ۱۰) لوگون سے نرمی کے ساتھ پیش آؤ،

یہ نہین کہا کہ صرف مسلمانون سے نرمی کے ساتھ پیش آؤ،

ایک مقام پر جہان نیکوکار و فلاح یافتہ بندون کے خصائل بیان کیئے ہین، وہان یہ ہی،

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین، (آل عمران رک ۱۴) وہ وہ لوگ ہین جو غصہ کو ضبط کرتے ہین اور لوگون کے قصور سے درگزر کرتے ہین، اور خدا احسان کرنے والون کو دوست رکھتا ہی،

یہان بھی عفو و احسان کی ہدایت عام ہی، مومن و کافر کی کوئی تفریق نہین، نیکوکارون کی شناخت یہ بتائی گئی ہے کہ

یدرءون بالحسنۃ السیئۃ. (قصص رک ۶) وہ برائی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہین،

اور جب برون سے سابقہ پڑجاتا ہی، تو کمال حلم و رواداری اون سے کنارہ کش ہوجاتے ہین،

واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ وقالوا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم، (قصص رک ۶) وہ جب لغویات سنتے ہین تو اوس سے کنارہ کش ہوجاتے ہین اور ان سے کہدیتے ہین کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمھارے اعمال تمھارے ساتھ،

برائی کے جواب مین نرمی کرنا چاہیئے،

ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ (مومنون رک ۶) برائی کو نرمی کے ساتھ دور کرو،

خود سرور کائنات صلعم کو ہدایت ہی کہ.

خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین (اعراف رک ۲۴) عفو کی عادت اختیار کرو اور نیکی کی تلقین کرتے رہو اور جاہلون سے سابقہ پڑے تو کنارہ کش ہوجاؤ،

اہل کتاب سے مقابلہ کے وقت ہمیشہ یہ لطف و آشتی پیش آتے رہنا چاہیئے،

ولا تجادلوا اهل الکتاب الا بالتی ھی احسن، (عنکبوت رک ۵) — اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کرو، مگر اس صورت سے جو عمدہ و شائستہ ہو،

نیکون کی ایک خصوصیت یہ بتائی گئی ہے، کہ،

اذا ما غضبوا ھم یغفرون (شوریٰ رک ۴) — جب اون کو غصہ آجاتا ہی تو درگزر سے کام لیتے ہین،

یہان بھی یہ قید نہین لگائی گئی ہو کہ صرف مسلمانون ہی کے مقابلہ مین درگزر سے کام لیتے ہین،

تبلیغ دعوت کے وقت رسول اللہ صلعم کو یاد دلایا جاتا ہی،

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن، (نحل رک ۱۶) — لوگون کو اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلاؤ تو حکمت و نیک نصائح کے ذریعہ سے، اور اگر بحث کرو تو شائستہ و پسندیدہ طریقہ سے،

برگزیدہ و مقبول خداوندون کی بڑی پہچان یہ ہوتی ہے کہ

یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما، (فرقان رک ۶) — وہ زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہین، اور جب جاہل اون سے جہالت کی باتین کرنے لگتے ہین تو وہ سلام کرکے الگ ہوجاتے ہین،

خالق ذوالجلال نے اپنی شان یہ بتائی ہی کہ

ورحمتی وسعت کل شیء (اعراف رک ۱۹) — میری رحمت ہر شے پر محیط ہی

یہ نہین فرمایا کہ میری رحمت فلان فرقہ کے ساتھ مخصوص و محدود ہی، اور چونکہ وہ خود رحمت مطلق ہی، اسلیے دنیا کے لیے بھی قاعدہ مقرر کیا ہی، کہ

ان الحسنات یذھبن السیات (ھود رک ۱۰) — خوبیان برائیون کو دور کردیتی ہین،

بہ الفاظ دیگر اپنے ابنائے جنس کے نقائص و عیوب کے بجائے اون کی خوبیون پر نظر رکھو اپنے حبیب و محبوب

پیمبر اسلام کا وصف کیا بیان کیا ہ، رحمتہ العالمین یہان بھی وہی شان اطلاق وہمہ گیری ہی، سارے عالم کے لیئے رحمت، محض ایک گروہ کے لیئے رحمت نہین،

فرعون سے بڑھکر عصیان وطغیان کا مجسمہ دنیا مین اور کون گزرا ہی، جس نے انکار خدا ہی پر اکتفا نہ کی، بلکہ خود مدعی الوہیت ہوگیا، اور جیسے کچھ مظالم اپنی غریب رعایا پر کیئے اون کے رعشہ انگیز تذکرون سے قرآن لبریز ہی، اِس پر بھی جب موسٰیؑ وہارونؑ اوس کی فہمایش کے لیئے بھیجے جاتے ہین تو ساتھ ہی یہ بھی ہدایت ہوتی ہی کہ

فقولا لہٗ قولا لینا، (طٰہٰ۔رکوع ۲) اوس سے گفتگو مین نرمی کرنا

غور کرو، یہ ارشاد فرعون سے متعلق ہی، پھر آج کیا دنیا کا بدترین انسان بھی فرعون سے زیادہ سختی کا مستحق ہوسکتا

حضرت مسیحؑ کو جتنی تکلیف اون کی امت نے دی، اِس سے زیادہ اذیت کون امت کسی نبی کو پہنچا سکتی ہی، انتہا یہ ہے کہ خدا کے ساتھ اون کی پرستش شروع کردی، با این ہمہ جب قیامت مین ان باطل پرستون سے مواخذہ ہونے لگے گا، تو حضرت مسیحؑ عذاب کی سفارش نہ کرین گے، بلکہ عرض کرینگے، کہ

ان تعذبھم فانھم عبادک	اگر تو ان پر عذاب کرنا چاہے تو یہ تیرے بندے ہین
وان تغفرلھم فانک انت	(تجھے اختیار ہی) اور اگر بخش دینا چاہے تو تو ہی سب پر
العزیز الحکیم (مائدہ۔رکوع ۱۶)	غالب اور حکمت والا ہی،

کفار ومشرکین سے گفتگو کے وقت اِس کی تاکید آئی ہی کہ اون کے مقابلہ مین درشتی سے نہ کام لیا جائے ورنہ وہ بھی بدزبانی سے کام لین گے،

ولاتسبوا الذین یدعون من	جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودون کو بلاتے ہین اونکو
دون اللّٰہ فیسبوا اللّٰہ عدوًا	بُرا نہ کہو، ورنہ وہ بھی اپنی نادانی سے ناحق خدا کو بُرا
بغیر علم، (انعام۔رکوع ۱۳)	کہہ اُٹھین گے،

پھر یہ بھی ممکن ہے، کہ انسان جس کسی کو گمراہ، بدعقیدہ، بداعمال سمجھتا ہے، اوس کی بابت زبان سے تو کچھ نہ کہے، تاہم دل مین اوس کے متعلق سخت ترین مخالفانہ و دشمنانہ جذبات رکھے، خدائے اسلام کی حکمت کاملہ نے سرے سے اِس تخیل ہی کی جڑ کاٹ دی ہے، قرآن مین اسکی بار بار تصریح آتی ہو کہ ہدایت وضلالت کا فیصلہ کرنے والے تم نہین، ہم ہین، یہ کہنے کا حق کہ فلان شخص گمراہ ہے علّام الغیوب و دانندۂ اسرار ہی کو ہے، بندون کو نہین، ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے،

ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین، (قلم- ع ۱)

تمھارا پروردگار ہی اِس کو خوب جانتا ہے کہ گمراہ کون ہے اور راہِ حق پر کون کون ہے،

دوسری جگہ فرمایا،

ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بمن اھتدی، (نجم- ع ۲)

اِس کا علم تمھارے پروردگار ہی کو ہے کہ راہ ضلالت پر کون ہی اور راہ حق پر کون،

ایک اور مقام پر تصریح ہی،

قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلا، (بنی اسرائیل ع ۹)

کہدو کہ ہر ایک شخص اپنے اپنے طور پر عمل کرتا ہے، اور اِس کا علم تمھارے پروردگار ہی کو ہے کہ راہ راست پر کون ہی،

اِن تصریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہی کہ حلم وتحمل، عفو درگذر، رافت ورحمت کی تعلیم اور شورش وفساد، تعلی وخود بینی، منافرت وبدامنی کے جذبات کو مٹانے مین قرآن نے کسی دوسری مذہبی کتاب سے کچھ بھی کم حصہ لیا ہی،

یہان تک جو کچھ اِسلام کی تعلیمات درج کی گئین وہ براہ راست قرآن مجید کے احکام تھے،

اس لیئے کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کا اتباع مسلمانون کی ہر جماعت و ہر فرد، خواہ وہ برائے نام ہی مسلمان ہو اپنے اوپر فرض سمجھتی ہے، مطالب بالا کی توضیح و تائید مین اب چند احادیث بھی درج کی جاتی ہین جن سے صاف نظر آجائے گا کہ جن بدنصیبون نے رحمت عالم کو (نعوذ باللہ) خونخواری و سفاکی کا لباس پہنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، اونھون نے دیانت اور راست گوئی کا کسقدر خون کیا ہے،

معلّم ثانی

ابونصر الفارابی اور اُس کا فلسفہ

از مولوی ابوالنصر سید احمد بھوپالی، مقیم قاہرہ (مصر)

نام و نسب محمد نام، ابونصر کنیت اور الفارابی نسبت ہے، شہر فاراب کی طرف جو ترکستان مین کاشغر کے قریب واقع تھا، اوس کو بعد مین اُطرار کہنے لگے تھے[1] الفارابی نسلاً ترکی الاصل تھا، اوسکا نسب نامہ یہ ہے محمد بن محمد بن اوزنع بن طرخان ہے، اس کے خاندان مین اوسکا مورث اعلیٰ "طرخان" ترکی قبائل کا سپہ سالار تھا،[2] جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت مین سنہ ۲۹ ہجری مین حضرت عبداللہ ابن عامرؓ کو نوشیروان شاہ ایران کے خاندان کے آخری بادشاہ یزدجرد کے مقابلہ کے لیے بھیجا تو یزدجرد نے طرخان سے مدد مانگی تھی، چنانچہ اس نے اُس کو مدد دی تھی، لیکن بعد مین آپس مین ناچاقی ہو جانے پر وہی یزدجرد کے قتل کا باعث ہوا[3]

سنہ پیدائش الفارابی کا سنہ پیدائش بھی مثل دیگر فلاسفہ و مشاہیر کے مورخین متحقق طور سے بتانے سے قاصر ہین البتہ اوسکی تاریخ وفات رجب سنہ ۳۳۹ ہجری بتاتے ہین، نیز بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس نے اسّی برس کی عمر پائی تھی اس لیے اس لحاظ سے اُوسکا سنہ پیدائش سنہ ۲۵۹ ہجری ہوتا ہے۔

تربیت و تعلیم الفارابی فاراب مین پیدا ہوا، اور وہین اوسکا بچپن گذرا، جب کسی قدر ہوشیار ہوا تو اپنے وطن سے باہر نکلا، اِدہر اُدہر سفر کرتا رہا، یہان تک کہ اس زمانہ کے علم و تمدن کے مرکز بغداد مین پہنچا یہ زمانہ خلفائے عباسیہ مین سے خلیفہ مقتدر باللہ کا تھا، اس زمانہ مین بغداد مین ایک نہایت معمر نصرانی حکیم

---

[1] تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۸۶ مطبوعہ مصر [2] طبقات الاطبار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۴ [3] فتوح البلدان مطبوعہ مصر صفحہ ۳۲۳ و مختصر الدول مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۷۸،

ابو بشر متی بن یونس[1] موجود تھا، اُسے فنِ منطق مین یدطولی حاصل تھا، سینکڑون طلبا، روزانہ اُس کے حلقۂ درس مین فنِ منطق کی تحصیل کے لیے شریک ہوتے تھے؛ اور وہ منطق مین ارسطو کی کتاب کو خود پڑھتا اور پھر اوسکی شرح کا اپنے تلامذہ کو بطریق املا درس دیتا تھا، الفارابی بھی اس کے حلقۂ درس مین شامل ہونے لگا، اور تھوڑے ہی عرصہ مین اپنی غیر معمولی ذہانت سے اس قدر ترقی کی کہ اُس کے ارشد تلامذہ مین شمار ہونے لگا، ابو بشر کو مغلق اور نامفہوم مطالب کی شرح وبسط اور تفہیم وتوضیح مین خاص مہارت حاصل تھی، چنانچہ بعض علما، کی رائے ہے کہ الفارابی کو جو خاص ملکہ تفہیم وتشریح مین حاصل ہے وہ اُسے ابو بشر کے ہی حلقۂ درس مین حاصل ہوا تھا[2]

بغداد مین کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد الفارابی حران گیا اور وہان ایک دوسرے نصرانی فیلسوف یوحنا بن حیلان[3] سے کہ جو ابراہیم المروزی کا ہم سبق رہ چکا تھا منطق کی تکمیل کی، اس کے بعد پھر بغداد واپس آیا اور وہان پہنچکر دیگر علوم وفلسفہ حاصل کرکے ان مین مہارت تامہ پیدا کی، ارسطو کی تمام تصانیف پڑھ ڈالین اور اُن پر پورا مجتہدانہ عبور حاصل کیا[4]

اسی زمانہ مین علم النحو کے مشہور امام ابو بکر بن السراج بغداد مین موجود تھے الفارابی ان سے علم نحو حاصل کرتا تھا اور وہ الفارابی سے علم منطق پڑھتے تھے[5]

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے علما، وفضلائے سلف علوم کے اندر جو علو مرتبت اور فضیلت وکمال رکھتے تھے وہ دراصل نتیجہ ہوتا تھا تحصیل وطلب مین اُنکی جان توڑ کوشش انتھک ہمت عزم راسخ اور ثبات واستقلال کا

---

[1] ابو بشر متی بن یوسف "دیر قنی" کے رہنے والون مین سے تھا اس نے مار ماری کے مدرسہ مین تعلیم پائی تھی نیز اس نے قویری، روبیل نبیا مین، ابی احمد بن کرنیب، اور یحیی المروزی، سے بھی پڑھا تھا، یہ اپنے زمانہ مین فنِ منطق مین فرد تھا اُس نے ۳۲۸ھ ہجری مین وفات پائی اوس نے سریانی سے عربی مین تفسیر کی ہے، اور کتاب انالوطیقا کے شروع مین ایک مقدمہ بھی لکھا ہے، نیز اوسکی تصانیف مین سے کتاب المقامین الشرطیہ اور فرفوریوس کی کتاب "ایساغوجی" کی شرح بھی ہین؛

[2] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷، مطبوعہ مصر، [3] ابو بشر متی بن یونس کا استاذ تھا اور مرو مین ابراہیم المروزی کا ہم سبق رہ چکا تھا،

[4] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷، مطبوعہ مصر، [5] طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ مصر،

تا دم واپسین علم کی تحصیل و طلب مین نہ تو اونکی کوششون مین کوئی فرق آتا تھا، اور نہ اوسکی سنگلاخ گھاٹیون سے اونکی ہمت پست ہوتی تھی، نہ تو اوسکی مشکلات اُن کے عزم راسخ کو اپنی جگہ سے ہلا سکتی تھین اور نہ اُن کے ثبات و استقلال کو کھو سکتی تھین، حقیقۃً علم جیسی گرانمایہ شے کے لیے ضرورت بھی اسی کی ہے، جس طرح سے دریائے علم ناپیداکنار اور لامحدود ہے اسی طرح سے اوس کی طلب کے لیے ہمت و کوشش بھی بے پایان و لامتناہی درکار ہے،

ائمہ سلف کی اس قسم کی کوششون کے حالات سے تمام تاریخی اسفار و کتب معمور ہین، درس و تدریس کی محنت ہائے شاقہ تو ایک طرف خود ذاتی مطالعۂ کتب کے شوق و شغف کا یہ حال تھا کہ کسی کتاب کے مطالب کا ادق و مغلق ہونا اُن کے لیے اور زیادہ تحریص و تشویق اور تکرار مطالعہ کا باعث ہوتا تھا، برخلاف آجکل کے کہ یہی چیز سب سے زیادہ اجتناب و احتراز اور ترک مطالعہ کا باعث ہے مشکل سے مشکل کتاب کا وہ لوگ بکرات و مرات مطالعہ کرتے لیکن پھر بھی سمجھ مین نہ آنے پر اُنکی ہمتین پست نہ ہوتی تھین،

امام شافعی کے شاگرد رشید المزنی نے امام صاحب کی کتاب الرسالہ کا کم و بیش پچاس برس مطالعہ کیا مگر کبھی ایک مرتبہ مطالعہ کی ہوئی کتاب کو دوبارہ مطالعہ کرنے مین ان کے ذوق و شوق مین فرق نہین ہوا بلکہ ان کا بیان ہے کہ ہر مرتبہ کے مطالعہ سے مجھے نئے نئے فوائد حاصل ہوئے[1]،

شیخ الرئیس ابن سینا[2] جب الٰہیات کی جانب راغب ہوئے تو کتاب مابعد الطبیعۃ بالکل نہ سمجھ سکے لیکن باوجود نہ سمجھنے کے اُنھون نے اس کا چالیس مرتبہ مطالعہ کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب تو اُنھین ازبر ہوگئی، لیکن مطلب پھر بھی عقدۂ لاینحل ہی رہا، آخر کار انکی یہ محنت ضایع نہین گئی اور ایک دوسرے موقعہ پر اُنھین اپنے مقصد مین اسی محنت کی وجہ سے خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی،

---

[1] دیکھو ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۱۱۳ مطبوعہ مصر مین تذکرۂ "المزنی"،

[2] ملخص از طبقات الاطبا، جلد ۲ صفحہ ۳ و ۴ مطبوعہ مصر و مختصر الدول مطبوعہ بیروت صفحہ ۳۲۶

الفارابی کی قدم پیمائی کا بھی اس میدان مین یہی حال تھا چنانچہ جب ارسطو کی "کتاب النفس" کا وہ نسخہ کہ جو الفارابی کے زیر مطالعہ تھا دیکھا گیا تو الفارابی کے قلم سے اُس پر لکھا ہوا تھا کہ "مین نے اس کتاب کو سو مرتبہ پڑھا ہے"۔ نیز ارسطو کی "کتاب السماع الطبیعی" کا مطالعہ اس نے چالیس مرتبہ کیا لیکن کبھی اوسکی ہمت نے ایک مطالعہ کی ہوئی کتاب کے دوبارہ مطالعہ کے لیے بے ذوقی کا اظہار نہین کیا چنانچہ وہ کہا کرتا تھا کہ "مین نے ارسطو کی کتاب السماع الطبیعی کو چالیس مرتبہ پڑھا لیکن پھر بھی مین اُس کے مزید مطالعہ کی ضرورت کو محسوس کرتا ہون"[1]

ظہور اسلام سے قبل چونکہ دنیا کی تقریباً تمام متمدن اور علوم و فنون مین ترقی یافتہ سلطنتین دین عیسوی کو قبول کر چکین تھین، اس لیے عیسائی پادریون کے اصرار سے مجبور ہو کر ان سلطنتون نے نصرانیت کو فساد و بے دینی سے محفوظ کرنے کے لیے علم منطق کی درس و تدریس کے لیے ایک حد مقرر کردی تھی اور وہ "اشکال وجودیہ" کے آخر تک تھی، اس سے زیادہ پڑھنے پڑھانے کی عام طور سے قانوناً ممانعت تھی، چنانچہ مسلمانون مین بھی الفارابی کے زمانہ تک اسی حد تک علم منطق کی تحصیل و تعلیم کا عام رواج تھا، لیکن الفارابی کا بیان ہے، کہ اُس نے منطق کی اس حد سے زیادہ یعنی اخیر کتاب البرہان تک کہ جس کو "مابعد الاشکال الوجودیہ" کہا جاتا تھا اور جس کی تعلیم و تحصیل کو عیسائی سلطنتون نے ممنوع قرار دیا تھا یوحنا بن حیلان سے تحصیل کی تھی چنانچہ الفارابی کے بعد سے منطق کی تعلیم کی یہ تحدید ٹوٹ گئی اور عموماً مسلمانون مین یہ رواج ہو گیا کہ "اشکال وجودیہ" سے آگے جس قدر جس انسان سے ہو سکتا تھا وہ پڑھتا تھا،[2]

غرضیکہ الفارابی نے طلب علم مین علوم و تمدن کے مرکز بغداد سے لیکر سقط تک سفر کیا اور فلسفہ اور دیگر مختلف علوم و فنون مین اپنی غیر معمولی ذہانت، ہمہ گیر استعداد، اور جان توڑ محنت و کوشش سے تھوڑے ہی عرصہ مین وہ کمال حاصل کیا کہ اپنے تمام اعیان و اقران پر سبقت لے گیا اور معلم اول ارسطو کے بعد "معلم ثانی" کا لقب پایا،

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷، مطبوعہ مصر، [2] طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۵ مطبوعہ مصر،

الفارابی کا بغداد سے نکلنا الفارابی علوم و فنون کی تحصیل سے فراغت کے بعد عرصہ تک بغداد مین قیام پذیر رہا، وہین اس نے اپنی تالیف و تصنیف کا سلسلہ شروع کیا، قیام بغداد کے زمانہ مین اس کے علم و فضل کو پوری شہرت حاصل ہوچکی تھی، اس کے بعد وہ بغداد سے نکلا اور دمشق گیا لیکن دمشق مین بغیر کسی قیام کے وہ مصر چلا گیا، مصر مین اُس نے اپنی زیر تصنیف کتاب السیاستہ المدنیہ کو تمام کیا، جیسا کہ اس نے اپنی کتاب مذکور مین لکھا ہے کہ اس نے اُسے بغداد مین لکھنا شروع کیا اور مصر مین ختم کیا، مصر مین کچھ عرصہ قیام کے بعد وہ پھر دمشق واپس آیا،[1]

اس زمانہ کی ملکی حالت بدقسمتی سے الفارابی نے ایسا زمانہ پایا تھا کہ جس مین خلفائے عباسیہ کی حکومت زوال پذیر ہوچکی تھی، گو کہ خلیفۃ المقتدر باللہ کے پہلے ہی سے سلطنت مین ضعف نمودار ہو چلا تھا، لیکن خلیفۂ مذکور کے عہد مین حکومت پر پورا انحطاط و تنزل طاری ہوگیا تھا، صوبون اور ولایتون کے عمال و حکام قریب قریب خود مختار ہوگئے تھے، خلیفہ کی حکومت برائے نام رہگئی تھی، شام و مصر کے اخشیدی مالک بنے ہوئے تھے، موصل، دیار بکر اور دیار ربیعہ کی ولاتین جن کے اندر حلب و دمشق وغیرہ شہر شامل تھے، بنو حمدان کے قبضہ مین تھیں، فارس پر علی بن بویہ قریب قریب خود مختار ہوگیا تھا، خراسان سامانیون کے ہاتھ مین تھا، بصرہ اور اہواز پر یزیدیون کا خود مختارانہ اقتدار تھا، کرمان محمد بن الیاس کے پاس تھا، اصفہان اور جبل حسن بن بویہ کے نزدیک، مغربی ممالک اور افریقہ کی ولاتیین ابو عمر الغسانی کے زیر تسلط تھین، طبرستان و جرجان دیلمیون کے ہاتھ مین اور بحرین و یمامہ و ہجر ابو طاہر القرمطی کے قبضہ مین تھا،

اگرچہ ان تمام حکام و عمال نے اپنی اپنی متعلقہ ولایتون اور صوبون پر خود مختارانہ حیثیت اختیار کر لی تھی اور خلفاء کے برائے نام مطیع تھے لیکن تاہم فضل و کمال اور علوم و فنون کے جس قدر شناس اور ناشر و مبلغ خاندان کے فیوض صحبت سے وہ مستفید ہوئے تھے، ضرور تھا کہ اس کا تھوڑا بہت اثر اپنے اندر رکھتے

---

[1] ابن خلکان، جلد ۲ صفحہ ۷۶، مطبوعہ مصر،

چنانچہ دار السلام بغداد کی اس خستگی کے بعد علمار و فضلار کی آماجگاہ اور علوم و فنون کا مرکز ان ہی عمال و حکام کی مختلف حکومتون کی قدردانی و علم پروری تھی، آل بویہ کی حکومتین بیشمار علما و فضلا کا مرجع بنی ہوئی تھین، دیلمیون کی حکومت کی قدر علم اور عزت کمال کی شکرگذاری مین اب تک علما و فضلار کی تصانیف ترانہ سنج ہین، سامانیون، یزیدیون، اور کرمان کی حکومتون کی فضل پروری اور علم گستری پر تواریخ آج بھی شہادت دے رہی ہین، بنو حمدان کے خاندان کی قدردانی اور بذل و جود نے بڑے بڑے فصیح البیان شعرار اکابر فضلا کو قریب و بعید سے کھینچ کر اپنے آغوش تلطف مین جمع کر لیا تھا جن کے دواوین و تصانیف انکی علم پروری کی تعریف مین اس وقت تک نغمہ پیرا ہین،

الفارابی کا سیف الدولہ کے دربار مین پہنچنا

جب الفارابی دمشق پہنچا تو اُس وقت وہان بنو حمدان کے خاندان سے سیف الدولہ حکمران تھا جو اپنے خاندان کی حکومت کے عہد زرین کا مالک تھا، سیف الدولہ علاوہ علم و فضل کے قدردان ہونے کے بذات خود ایک بہت بڑا ادیب، ایک بلند خیال شاعر، ایک فصیح البیان فاضل تھا، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خلفائے عباسیہ کے بعد کسی بادشاہ کا دربار نامور شعرار، ماہر منجمین، صاحب کمال فضلار کا ایسا آماجگاہ نہین بنا جیسا کہ سیف الدولہ کا، اس کے دربار مین علاوہ شہرۂ آفاق عربی شاعر متنبی کے السری، الرفار، النامی، البغاء، اور الواواء جیسے نامور شعرا بھی جمع تھے، ابو محمد عبداللہ بن محمد الفیاض الکاتب اور ابو الحسن علی بن محمد الشمشاطی نے ان تمام شعرون کی تعداد جو شعرا نے سیف الدولہ کی مدح مین کہے ہین دس ہزار تبلائی ہے[1]، بڑے بڑے فضلار، حکما، و اطبا اس کے ابر کرم سے مستفیض ہوتے تھے، اس کے مائدۂ طعام پر کم و بیش چوبیس طبیب حاضر رہتے تھے جن مین سے کسی کے دو علمی خدمتون کے لیے دو مشاہرے مقرر تھے اور کسی کے تین علمی خدمتون کے لیے تین مشاہرے، ان ہی طبیبون مین ابو الحسین ابن کشکرایا[2] اور عیسیٰ الرقی[3] بھی تھے، عیسیٰ الرقی چار خدمتون کے لیے، چار مشاہرے پاتا تھا،

---

[1] ابن خلکان جلد ا صفحہ ۳۶۵ و ۳۶۶ مطبوعہ مصر، [2] ابو الحسین ابن کشکرایا مشہور عالم و طبیب جو علم طب مین بہت بڑا

ایک طبابت کے لیے، دوسرا ترجمہ کے لیے، اور دو دیگر خدمات کے لیے[۱]

پس ان حالات کے ساتھ ناممکن تھا کہ الفارابی جیسا یکتائے زمانہ دمشق پہنچتا اور سیف الدولہ کی قدر شناسی اوس کا استقبال نہ کرتی، چنانچہ جب الفارابی دمشق پہنچا تو سیف الدولہ کی علم پروری و قدر دانی نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا، بیان کیا جاتا ہے کہ جب الفارابی پہلی مرتبہ سیف الدولہ کے دربار میں کہ جو ہر علم و فن کے فضلاء کا ایک عظیم الشان مجمع ہوتا تھا داخل ہوا تو وہ جیسا کہ اوسکا ہمیشہ معمول رہا ہے ترکی لباس میں ملبوس تھا، دربار میں پہنچکر کھڑا ہو گیا، سیف الدولہ نے اس سے بیٹھنے کو کہا تو الفارابی نے جواب دیا کہ آیا میں اپنے استحقاق کے مطابق بیٹھوں یا تیرے استحقاق کے مطابق، اس پر سیف الدولہ نے جواب دیا کہ تو اپنے استحقاق کے مطابق بیٹھ، تب الفارابی تمام حاضرین دربار کی صفیں چیرتا ہوا، مسند شاہی کی جانب بڑھا، یہانتک کہ مسند تک پہنچکر سیف الدولہ سے مزاحم ہوا اور اس کو ہٹاتے ہٹاتے بالکل مسند سے علحدہ کر دیا اور خود اس پر بیٹھ گیا، سیف الدولہ کے بہت سے خدام تھے جو اُسکی پس پشت مستعد کھڑے رہتے تھے، وہ اُن سے ایک خاص زبان میں گفتگو کیا کرتا تھا جس کو سوائے اُن کے کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا تھا، سیف الدولہ نے الفارابی کی اس گستاخی پر اپنی اس مخصوص زبان میں ان سے کہا کہ "اس شیخ نے سوء ادبی کی ہے اس لیے میں اس سے بعض اشیاء کے متعلق سوال کرتا ہوں اگر وہ اُن کا جواب نہ دے سکا تب تم اُس کو احمق بنانا"، اس پر الفارابی نے فوراً اُسی زبان میں سیف الدولہ سے کہا،

(بقیہ حاشیہ) ماہر و مشاق تھا عرصہ تک سیف الدولہ کی خدمت میں رہا ہے، اس نے عضد والدولہ کے شفاخانہ میں بھی کہ جو بغداد میں اپنے نام سے بنایا تھا کام کیا ہے، ابوالحسین کثیر الکلام تھا، بحث مباحثہ سے بہت دلچسپی رکھتا تھا طب میں وہ علی سنان بن ثابت بن قرہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھا اور صاحب تصنیف تھا،

[۴] عیسی الرقی المعروف بالتفلیسی علم طب کا بڑا ماہر اور طبیب حاذق تھا، سیف الدولہ کی خدمت میں عرصہ تک رہا ہے، وہ سریانی سے عربی میں کتابوں کا ترجمہ بھی کیا کرتا تھا،

[۱] طبقات الاطباء جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ مصر،

کہ" اے امیر! صبر کر، امور اپنے عواقب سے جانے جاتے ہین" سیف الدولہ اوسکی اس گفتگو سے نہایت متعجب ہوا اور اس سے دریافت کیا کہ "کیا آپ بھی اس زبان کو جانتے ہین؟" تب الفارابی نے کہا کہ "ہان مین ستر زبانون سے زیادہ جانتا ہون" اس سے سیف الدولہ کے دل مین اوسکی عظمت قائم ہوگئی، اور پھر الفارابی دربار کے تمام حاضر علما کو مخاطب کرکے ہر علم و فن مین گفتگو کرنے لگا، اُس کا کلام ان سب کے کلام پر برابر فوقیت حاصل کرتا رہا، یہان تک کہ وہ سب خاموش ہوگیے اور یہ تنہا بولتا رہا اور ان سب نے اوسکی تقریر کو لکھنا شروع کردیا، اس کے بعد سیف الدولہ نے حاضرین دربار کو رخصت کیا اور اس کے ساتھ تخلیہ کرکے کہا کہ "کیا آپ کچھ کھائینگے" الفارابی نے کہا "نہین" پھر اس نے دریافت کیا کہ "کچھ پئینگے" الفارابی نے کہا "نہین" پھر اس نے دریافت کیا "تو پھر کچھ سنین گے" الفارابی نے جواب دیا کہ "ہان" تب سیف الدولہ نے غلامون کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ان مین سے اس فن کے ماہر حاضر ہوگیے ان غلامون مین سے ہر ایک نے اپنے باجے کو بجایا ہی تھا کہ الفارابی نے فوراً اوسکی عیب جوئی کی اور اوسکی غلطی بتلائی اس پر سیف الدولہ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی اس فن کو جانتے ہین؟ اس نے کہا ہان، اور پھر ایک خریطہ نکالکر اس مین سے ایک عود نکالا اور اس کو ترکیب دے کر بجانا شروع کیا جس سے جملہ حاضرین ہنسنے لگے پھر اس نے اس کو توڑ کر دوسری ترکیب سے بجانا شروع کیا جس سے جملہ حاضرین رونے لگے، پھر اس نے اس کو توڑ کر تیسری ترکیب سے بجانا شروع کیا جس سے تمام حاضرین حتی کہ دربان تک سوگئے اور الفارابی انھین اس حالت مین چھوڑ کر چلا گیا[1]

اس کے بعد سے الفارابی کی بے مثل قابلیت اور خداداد ذہانت و استعداد کا سیف الدولہ کے دل مین ایسا سکہ بیٹھا کہ اس نے اوس کو آخیر عمر تک اپنے پاس سے جدا نہ ہونے دیا، الفارابی نے بھی بالآخر اسی برس کی عمر مین رجب سنہ ۳۳۹ ہجری مین اُسی کی علم پرور آغوش مین پیام اجل کو لبیک کہا، جب تک الفارابی سیف الدولہ کی خدمت مین رہا سیف الدولہ اس کے ساتھ جیسی کہ اوسکی ہمہ گیر استعداد و قابلیت مستحق تھی

---

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷۷ مطبوعہ مصر،

نہایت عظمت و منزلت اور عزت و احترام کے ساتھ پیش آتا رہا یہانتک کہ جب اوس کا انتقال ہوا تو سیف الدولہ بذات خود مع اپنے پندرہ بڑے بڑے درباریون کے اُسکی نماز جنازہ مین شریک ہوا[1]، اور وہ نواح دمشق مین بیرون باب الصغیر دفن کیا گیا[2]،

حالت معیشت و اخلاق و عادات | دنیا مین زمانہ کا بھی عجیب حال رہا ہے، اُس نے ہمیشہ نا اہلون کے ساتھ موافقت کی ہے اور اہل کے ساتھ مخالفت، غیر مستحقین کے ساتھ وہ ہمیشہ وفاداری سے پیش آیا ہے اور مستحقین کے ساتھ بے وفائی سے، رذالت و جہالت کا وہ ہمیشہ دوست رہا اور شرافت و کمال کا دشمن۔

اگر آج زمانہ کی تاریخ سے اس قسم کے شواہد و نظائر یکجا جمع کیے جائین تو معلوم ہوگا کہ ہر زمانہ مین علم و کمال کو فقر و افلاس، تہیدستی و تنگ حالی سے خاص مناسبت رہی ہے اُس کا جمال مقدس ہمیشہ جسم خاک آلودہ، بوریائے شکستہ، گلیم صد پیوند، اور فقر و فاقہ کے ساتھ جلوہ آرا ہوا ہے اور ترفہ و تمول، خوشحالی و عیش کامی اور راحت و آرام کی ہم آغوشی اُسے بہت کم نصیب ہوئی ہے،

امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جن کے علم و فضل کا زندہ و مسلمہ ثبوت کتاب الصحیح تا قیامت باقی رہنے والی ہے مدتون جنگل کی بوٹیان کھا کر بسر کی ہے[3]، اور اپنی اس عظیم الشان کتاب کو کہ جس کی مقبولیت و صحت نے اسے وحی الہی کے بعد کا درجہ عطا کیا، راتون کو اپنی ناداری و تہیدستی کی وجہ سے چاند کی روشنی مین لکھا ہے[4]،

امام ابو علی البلخی کو جب تنگدستی کی وجہ سے پے در پے فاقے ہونے لگے، اور بھوک نے انھین ضعیف و معذور کردیا تو وہ نان بائی کے یہان جا کر کھانون کی خوشبو سے اپنی طبیعت بہلایا کرتے تھے[5]،

---

[1] طبقات الحکما، جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر، [2] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷۷، مطبوعہ مصر، [3] مقدمہ فتح الباری مطبوعہ مصر صفحہ ۵۰۶ [4] طبقات ابن سعد تذکرہ امام بخاری، [5] تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد،

مشہور امام وقت و محدث ابو حاتم الرازی کی تنگ حالی کا یہ حال تھا کہ انھین ایک مرتبہ فاقونکی وجہ سے اپنے کپڑے تک بیچ ڈالنا پڑا تھا،[۱]

شہرۂ آفاق امام المفسرین والمورخین علامہ ابن جریر الطبری کی ایک مرتبہ اپنی تنگدستی کی وجہ سے یہ نوبت ہوئی تھی کہ انھین اپنے کرتے کی دونون آستینین کاٹ کر فروخت کرنا پڑی تھین،[۲]

فاضل اجل شیخ الاسلام ابوالعلا الہمدانی کو اتنی بھی مقدرت نہ تھی کہ وہ راتون کو اپنی تحریر و تصنیف کے لیے ایک چراغ تو جلا سکتے چنانچہ وہ راتون مین بغداد کی مسجد کے چراغ کے پاس جو بلندی پر نصب تھا کھڑے لکھا کرتے تھے،[۳]

یہ تو ہم نے بطور "مشتے نمونہ از خروارے" چند واقعات تاریخ اسلام سے بیان کیے ہین کہ جسکی تعلیم کو یورپ کے مادہ پرست "ترک دنیا" یا بالفاظ دیگر دنیوی معیشت کے عدم اہتمام کا الزام دیتے ہین، آؤ اب ایک نظر ہم یورپ کی تاریخ پر بھی ڈالین کہ خود وہان کے دنیا پرست مدعیان تمدن و ہمدردی کے فضلاء و علماء کا اس لحاظ سے کیا حال رہا ہے،

انگلستان[۴] کے مشہور شاعر ملٹن کو فقر و افلاس نے یہان تک مجبور کیا تھا کہ اُسے اپنی تمام عمر کی شاہ کار پیراڈائز لاسٹ (Paradise Lost) کو صرف پانچ گنّی مین بیچ ڈالنا پڑا،

مشہور انگریزی کاتب و شاعر جان ڈریڈن کو اپنی تنگ حالی کی وجہ سے اپنے دس ہزار شعرون کا مجموعہ صرف ۲۰۰ گنیون مین فروخت کرنا پڑا تھا، نیز ایک دوسرے انگریزی مصنف ریچارڈ سیویج نے بھوک اور فاقون سے مجبور ہو کر اپنی تمام تصنیفات صرف دس گنّی مین فروخت کی تھین،

مشہور اطالوی شاعر تارکوئیوٹاسو کی کہ جسکی جوش انگیز نظم "آزاد یروشلم" نے یورپ کے ہر خاص و عام سے

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد، [۲] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ [۳] ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۲۰،

[۴] یہ تمام واقعات امریکہ کے انگریزی رسالہ The Character جلد انمبر ۱۱ سے اور بعض دیگر رسائل سے ماخوذ ہین،

خراج تحسین و مقبولیت حاصل کیا تھا تہیدستی سے یہانتک نوبت پہنچی ہے کہ اُس نے ایک فرنک[1] قرض لیکر اور اس سے ایک روٹی خریدکر کامل ایک ہفتہ تک اپنی بھوک کو بہلایا ہے، نیز ایک دوسرے اطالوی شاعر ڈاس مینوسو نے صرف فاقون سے جان دی ہے،

مشہور اسپینی مصنف سروینٹس کارمائیکل نے اپنی تمام عمر فقر و فاقہ مین نہایت ذلت و نکبت کیساتھ بسر کی ہے،

کارڈینل بنٹی ولیس پر جو یورپ کے علمائے متاخرین مین علم و فضل اور تمول و خوشحالی دونون سے آراستہ تھا ایک وقت ایسا بھی آیا ہے کہ اُسے اپنا مکان و کتب خانہ کوڑیون کے مول فروخت کرنا پڑا ہے،

فرانس کے مشہور شاعر و کاتب ڈی ریار نے تنگدستی سے مجبور ہو کر اپنے اشعار کو فیصدی ایک فرنک کے حساب سے فروخت کیا ہے، ایک دوسرا فرانسیسی شاعر و مصنف کیمونئین اپنے شعرونکو مفلسی کی وجہ سے دربدر لیکر پھرا مگر کوئی بھی اوسکا خریدار نہ ہوا، آخر کار وہ فاقون سے ہلاک ہو گیا،

شہرہ آفاق انشا پرداز پادری و شاعر سیموئیل بٹلیس نے انتہائی فقر و ذلت مین فاقون کی وجہ سے جان دی ہے،

آپنے اسلام و یورپ کی تواریخ کے لاتعداد لاتحصی شواہد و امثال مین سے ابھی متعدد نظائر پڑھے جس سے ضرور ہے کہ آپ اس نتیجہ پر پہنچے ہونگے کہ دنیا مین علم و کمال اور فقر و افلاس سے نہ صرف خاص مناسبت بلکہ موانست رہی ہے، اگرچہ آپ کو بعض نظائر اس کے خلاف بھی ملین گے لیکن بہت کم و شاذ و اور الشاذ کالمعدوم

اس لیے حقیقتاً علم و کمال اور تنگ حالی و افلاس دونون دنیا کے وہ فرزندان توام مین جو ایک دوسرے سے بہت کم جدا ہوئے ہین کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہے

لیقصد اهل الفضل دون الوری	مصائب الدنیا و آفاتها[2]
کالطیر لا یحبس من بینها	الا التی تطرب اصواتها[3]

---

[1] ایک فرنک دس آنے کے برابر ہوتا ہے [2] دنیا کے مصائب و آفات عام مخلوق کو چھوڑ کر اہل فضل پر ہی زیادہ آیا کرتے ہین،

[3] پرندونکو دیکھو کہ اُن مین سے صرف وہی پکڑے اور قید کیے جاتے ہین جنکی آوازین خوش الحانی کے ساتھ ترنم ریز ہوتی ہین،

اس لیے الفارابی جس پایہ کا فضل و کمال رکھتا تھا نا ممکن تھا کہ وہ اپنی زندگی مین اس قسم کے حالات سے دوچار نہ ہوتا، چنانچہ ابن ابی اصیبعہ اُس کے حالات مین لکھتا ہے،

ان الفارابی کان فی اول امرہ ناطورا فی	الفارابی ابتدا مین دمشق کے ایک باغ مین باغبان تھا لیکن
بستان بدمشق وھو علی ذالک دائم الاشتغال	اس حال مین بھی وہ حکمت مین غور و خوض کرنے اور متقدمین
بالحکمۃ والنظر فیھا والتطلع الی آراء المتقدمین	کی آرار معلوم کرنے اور ان کے معانی کی تشریح کرنے مین
وشرح معانیھا وکان ضعیف الحال	ہمیشہ مشغول رہا کرتا تھا نیز وہ نہایت تنگ حال تھا یہا تک
حتی انہ کان فی اللیل یسھر للمطالعۃ	کہ جب وہ رات کو مطالعہ و تصنیف کے لیے جاگا کرتا تو پاسبان
والتصنیف ویستضیئ بالقندیل الذی للحارس	کے چراغ کی روشنی سے کام لیا کرتا تھا اور اُسکا یہ حال عرصہ
وبقی کذالک مدۃ[1]	تک رہا ہے،

الفارابی نہایت زاہد، ذکی النفس، اور سلیم الطبع تھا، وہ دنیا سے مجتنب رہا کرتا تھا اور دنیوی امور کی جانب بہت کم متوجہ ہوتا تھا، دنیا سے وہ صرف اس قدر تعلق ضرور رکھتا تھا کہ جس سے وہ اپنے مایحتاج سے مستغنی ہو سکے فلاسفۂ متقدمین کی طرح زندگی بسر کرتا تھا، قانع اس قدر تھا کہ سیف الدولہ جو کچھ اُسے دیا کرتا وہ اُس کو قبول نہین کرتا بلکہ رفع ضروریات کے لیے اس مین سے صرف چار نقرئی درہم یومیہ پر اکتفا کیا کرتا تھا، اس نے کبھی اپنی ہیئت و منزلت کی جانب توجہ نہین کی اور نہ کسب معاش کی فکر کی، وہ تنہائی پسند تھا لوگون مین بہت کم بیٹھتا اٹھتا تھا، اس لیے بقول ابن خلکان وہ دمشق مین زیادہ تر دریا کے کنارے یا کسی باغ کے گوشہ مین تصنیف و تالیف مین مشغول رہتا تھا، فلسفہ کا بہت دلدادہ تھا ہمیشہ اُس مین مستغرق رہا کرتا تھا[2]، غذا مین بکری کے بچہ کے دل کے آب جوش اور شراب ریحانی کا بہت شایق تھا[3]،

یہ ایک عجیب بات ہے کہ جب ہم ائمہ سلف، اور ارباب کمال کے سوانح و حالات کا مطالعہ کرتے ہین

[1] طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر [2] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷ مطبوعہ مصر طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر [3] ایضاً

توان مین سے اکثر کے حالات مین ہم ایک نہ ایک واقعہ کو ایسا محرک حصولِ کمال ضرور پاتے ہین جس نے حیرت انگیز طریقہ سے اونکی طبائع، عزم وہمت پر وہی کام کیا ہے جو آتش گیر مادہ کے لیے ایک دیا سلائی کیا کرتی ہے اور ایک لمحہ کے اندر اُن کے عزم وارادے، ہمت وطبیعت اور عادات واطوار مین انقلاب پیدا کرکے انھین محنت ومشقت، اور سعی وکوشش کے میدان مین ثبات واستقلال کے ساتھ مصروف پیکار کردیا ہے، جس کے بعد وہ آسمان کمال پر آفتاب نبکر چمکے ہین،

امام غزالی پر حصول کمال کی جد وجہد کے لیے ایک قزاق کے طعنہ ہی نے کام کیا تھا، فن نحو کے یادگار عالم ائمہ کسائی اور سیبویہ پر علم النحو مین درجۂ امامت حاصل کرنے کے لیے بھری مجلسون مین اونکی نحوی غلطیون پر نکتہ چینی کیجانے کی خفت ہی نے اثر کیا تھا، اشبیلیہ کے مشہور طبیب ابوبکر کو فن طب مین کمال حاصل کرنے کے لیے اُن کے کثرت کے ساتھ شطرنج کھیلنے کے وجہ سے "شطرنجی" کے ذلیل لقب ہی نے آمادہ کیا تھا،

الفارابی کے تحصیل علوم فلسفہ کا باعث ومحرک بھی ایک شخص کا ارسطو کی کتاب کے ایک جملہ کا مفہوم کہ جس کو وہ نہین جانتا تھا دریافت کرنا ہی تھا[1]،

(باقی)

[1] طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر،

عربی زبان کا فلسفۂ لغت

از مولوی ابو الجلال صاحب ندوی

عربی کے متعلق اکثر مسلمانون کا خیال ہو کہ یہ آسمانی اور الہامی زبان ہو، اور جنت مین سب عربی ہی بولینگے، یہ خیال صحیح ہو یا غلط لیکن واقعہ یہ ہو کہ صرف عربی ہی ایک زبان ہو جو انسان کی فطری زبان کہی جا سکتی ہے،

دنیا مین صدہا زبانین بولی جاتی ہین، ان زبانون کو ہم مختلف گروہون مین تقسیم کر سکتے ہین، ایک گروہ کی زبانون کا اجمالی نام "انڈو یوروپین" ہو، ان زبانون مین سب سے قدیم تر زبان سنسکرت ہو، دوسرے گروہ کی زبانون کا نام "السنہ سامیہ" فرض کیا جاتا ہو، السنہ سامیہ مین سب سے قدیم تر زبان سریانی ہو، مگر وہ سریانی نہین جو آج سے چند ہزار سال قبل بولی جاتی تھی، بلکہ وہ سریانی جسے نوح، یا سامی قبائل کے آبائے اوّلین بولتے تھے، متعارف سریانی سے زیادہ تقاضائے فطرت کے مطابق عربی زبان ہو،

عربی، وہ عربی جس مین قرآن مجید اُترا ہو، قدیم عربی نہین، قرآن تو عربی مبین" مین اُترا ہو، عربی مبین قبیلۂ قریش کی زبان کا نام ہو، یہ زبان، قبائل مضر کی فصیح ترین زبانون کے چیدہ الفاظ اور ترکیبون کا مجموعہ ہے، چونکہ یہ زبان تمام قبائل عرب کی سمجھ مین بوضاحت آتی تھی اس کا نام "مبین" تھا، ہم جس عربی سے واقف ہین وہ مضر کے سات قبائل کی زبانون سے منقول ہو، یہ قبائل ہمیشہ خانہ بدوش اور غیر شہری رہے، شہریت کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ قومون کی دماغی حالت روز بروز ترقی پذیر ہوتی رہتی ہو، معلومات، احساسات، ضروریات اور اغراض مین روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے، شہریت کے باعث الفاظ مین تراش خراش پیدا ہوتی ہو، لیکن بداوت کا طبعی اقتضا یہ ہو کہ اقوام کی دماغی حالت ساکن ہوتی ہو، ضروریات اور معلومات محدود ہوتی ہین، بہت زیادہ تراش خراش کی

ضرورت نہین پڑتی، نہ دوسری اقوام کی زبانون کا اثر قبول کرنے کی حاجت ہوتی ہی، اس بنا پر بدویون کی زبانین بہت کم تغیر پذیر ہوتی ہین، اور جلد جلد اپنی نوعیت نہین بدلتی رہتین، اِس قاعدہ کے مطابق قبائل مضر کی زبانین اپنی اصل سے بہت زیادہ مشابہ ہونگی،

عربی مبین، جن قبائل کی زبانون سے ماخوذ ہی، وہ باہم بہت مشابہ تھین، صرف چند محاورات اور لہجون یا صیغون کا فرق ہوتا تھا، یہ قبائل اسماعیلی تھے، ان کی زبانین، قدیم قحطانی عربی (جس کی ایک شاخ حمیری ہے) اور عبرانی کے الفاظ اور ترکیبون کا مجموعہ تھی، اِس زبان مین قدیم عربی کے الفاظ اور ترکیبون کو ہمیشہ عبری سے آئی ہوئی ترکیبون اور لفظون پر غلبہ رہا، چونکہ جیسا کہ ہم آگے بتائین گے قحطانی اور عبرانی زبانین ایک ہی نسل کی بولیان تھین، یہ دونون باہم بہت مشابہ تھین، اسلیئے اسماعیلی عربون نے عربی مین جن الفاظ اور ترکیبون کا اضافہ کیا، اون مین سے اکثر عربی الفاظ کے ساتھ اس طرح مخلوط ہوگئین کہ اب قحطانی لفظ اور اسماعیلی لفظ مین تمیز کرنا دشوار ہے،

خالص قحطانی زبانون مین سے صرف حمیری زبان کا حال معلوم ہے، عرب کے علماءِ لغت کی روایتین ظاہر کرتی ہین کہ حمیری زبان مین اعراب نہ تھا، فاعل، مفعول، ظرف وغیرہ کی حالتون کو ظاہر کرنے کے لیئے لفظون کی تقدیم و تاخیر سے کام لیا جاتا تھا، مگر اسماعیلی زبانین خاصکر اہل مضر کی زبانین، اعراب اور تقدیم و تاخیر دونون حالتون کی حامل تھین، **مضر** نے فاعل، مفعول، ظرف وغیرہ کی حالتون کو ظاہر کرنے کے لیئے اعراب کو خاص کر لیا، اور تقدیم و تاخیر کے قواعد کو، تاکید، حصر، اور یقین وغیرہ کیفیات کے اظہار کے لیئے مخصوص کیا، اِس سے معلوم ہوا کہ قدیم عربی مین بھی اعراب نہ تھا، اعراب کا استعمال اہل عرب کو اسماعیلی نسل کے مستعرب عربون نے سکھایا،

قحطانی زبانین بھی خالص عربی نہ تھین، یہ زبانین تو اعراب بائدہ کی قدیم عربی اور قحطانیون کے ساتھ آئی ہوئی سریانی سے مرکب تھین، خالص عربی تو طسم، جدیس اور عمالقہ وغیرہ تباہ شدہ قبائل کی عربی تھی،

اَعراب بائدہ کی قدیم زبان جس کو ہم تغلیباً جُرہمی عربی" کے نام سے تعبیر کرسکتے ہین، اِس سریانی سے زیادہ خالص تھی، جسے قحطانی عرب اپنے ساتھ لائے تھے، واقعہ یہ ہی کہ عربی یعنی جرہمی عربی، اور سریانی دونون زبانین کسی ایک زبان کی شاخ ہین، جس کو قوم نوح بولتی تھی، قوم نوح کا وطن سرزمین اشوریہ (اسیریا یعنی عراق) کے قرب وجوار مین تسلیم کیا جاتا ہی، وطن کی نسبت سے نوحؑ کی زبان کا نام بھی سریانی تھا، اس سریانی زبان کی دو شاخین ہوگئین، (۱) عربی، (۲) سوریہ مین بسنے والون کی زبان اِس دوسری زبان کا نام بھی سریانی ہے، مگر عہد نوح کی سریانی، بعد کی سریانی سے بہت الگ تھی، ابتدائے عہد کی سریانی کے ساتھ جرہمی عربی کو بعد والی سریانی کی نسبت زیادہ مشابہت ہوگی، کیونکہ سریانی قبائل مین بہت جلد جلد تمدنی ترقیان نمودار ہوئین، اِن تمدنی ترقیون کے باعث اون کی زبانین روز بروز تقاضائے فطرت کی مطابقت کو چھوڑتی گیئن، عرب مین بھی کچھ نہ کچھ تمدن نمودار ہوا، مگر عربی تمدن کا اثر صرف ساحلی علاقون پر پڑا، اہل عرب کی اصلی زبان ہمیشہ بادیہ نشینون کے لغت کو قرار دیا گیا سریانی قبائل کو اپنی زبانون کا یہ نقص معلوم تھا، اسلئے وہ اعراب بائدہ کی زبانون کو اصلی سریانی کا مکمل چربہ ہونے کے باعث آسمانی زبان تسلیم کرتے تھے،

بہرحال ہماری "عربی مبین" (۱) قدیم عربی (۲) عہد قحطان کی سریانی (۳) عہد اسماعیل کے عبری الفاظ اور ترکیبون سے مرکب ہی، چونکہ یہ تینون زبانین ایک اصل کی شاخین اور ایک ماں کی بیٹیان ہین، لہذا ان کے میل سے جو زبان پیدا ہوئی وہ پھر بھی قدیم سریانی سے بہت مشابہ رہی،

عربی الفاظ دو قسم کے ہین (۱) عربی (۲) معرّب، معرّب الفاظ مین عبری الفاظ بھی داخل ہین، مگر عہد اسماعیل کی عبری اور عہد قحطان کی سریانی زبانون کے الفاظ، قدیم عربی کی شکل مین اِس طرح رُل مل گئے ہین کہ اونکو معرب فرض کرنا غلطی ہی،

عُربی زبان کی ایک خصوصیّت یہ ہی کہ دیگر سامی زبانون مین جو مادے مستعمل ہین وہ سب عربی زبان مین موجود ہین، اور عربی زبان کے لفظ کی کوئی نہ کوئی شکل اپنی شکل اور صورت جیسے دیگر سامی لفظون کو مرادف ہوتی ہی

گر یہ ضرور نہین کہ عبری، سُریانی، اور آرامی وغیرہ زبانون مین عربی کے تمام مادے مستعمل ہون"۔ مولانا عنایت رسول چریاکوٹی رحمہ اللہ سامی نسل کی مختلف زبانون کے ماہر تھے، مندرجۂ بالا الفاظ مین ہم نے جو کچھ کہا ہو وہ انہین کے خیالات ہین،

بہرحال "عربی مبین" باوجودیکہ نہ توأم الالسنہ ہو، نہ دنیا کی قدیم ترین زبان، لیکن دنیا کی زبانون مین سب سے زیادہ فطرت کے مطابق ہو، اولین السنہ کے متعلق ہم جن خصائص کو بدلائل فرض کرسکتے ہین، سب کے آثار عربی زبان مین موجود ہین، زبان کے اولین خصائص کے علاوہ، عربی زبان مین جو دوسری خاصیتین ہین وہ فطری خصائص سے قریب تر ہین، عربی زبان کے الفاظ اپنے معانی پر محض فرض واصطلاح اور بخت واتفاق سے دلالت نہین کرتے، بلکہ ہر لفظ اپنے معنے کو چند خاص نوامیس قدرت کے مطابق ظاہر کرتا ہے، الفاظ اور معانی مین ربط پیدا ہونے کی وجہین عربی علم الاشتقاق کے اصول پر غامض نظر ڈالنے کے بعد اسقدر واضح ہوسکتی ہین کہ ہم غیر زبانون کے الفاظ کو بھی عقلی طور پر سمجھ لینے کی قوت اور ملکہ پیدا کرسکتے ہین،

(۲)

الفاظ اپنے اندر تین قسم کے معانی رکھتے ہین (۱) نفسی کیفیات (۲) حسی امور، (۳) ذہنی اور اختراعی معلومات، تیسری قسم کے معانی پر دلالت کرنے والے الفاظ ہر زبان مین عموماً اور عربی مین خصوصاً ایسے الفاظ سے معدول ہین جن کو کسی حسی شے، یا نفسی ادراک پر دلالت کرنا چاہیئے، اس کی وجہ یہ ہو کہ انسان کے قوائے ادراک اور اسباب تجربہ نے بتدریج ترقی پائی ہو، اسلئے اس کے ذہنی معلومات حسی معلومات سے مؤخر ہین، انسان کی ضرورتین سب سے پہلے حسی چیزون سے وابستہ ہوئین، اس لئے سب سے پہلے اس نے حسی چیزون کے نام وضع کیے، اختراعی، انتزاعی، اور معلومات کی تحلیل اور ترکیب سے انسان کے ذہن نے جن نئے مفاہیم کو اخذ کیا وہ مختلف مناسبتون کے ماتحت نفسی کیفیتون اور حسی اشیاء پر دلالت کرنے والے الفاظ سے ادا کئے جانے لگے چنانچہ خیالؔ، عِلْمؔ، عَامؔ (برس)، ادراکؔ وغیرہ الفاظ پر غور کرو، خیال کی اصل

خیالہ (نگرانی) ہی، چونکہ شے کی نگرانی کے لئے شے کا خیال ضروری ہو اسلئے خیالہ سے خیال بنا، خود خیالہ بھی کوئی حسی مفہوم نہین ہی، خیالہ کا اصلی ترجمہ گھوڑ دان کی رکھوالی ہی، جس طرح ابل سے ابالۃ بنا اسی طرح خیل سے خیالۃ بنا، خیل اگرچہ حسی چیز کا نام ہے مگر یہ بھی اصلی لفظ نہین ہی، اشیاء کے نام عموماً وصفی نام ہوتے ہین، جن مین سے وصفیت فنا ہوجاتی ہی، خیل کی اصل "خال" ہے، خال ایک خاص قسم کی چال کا نام ہے، یہی لفظ اصل ہی کیونکہ عربی علم الاشتقاق کی رو سے حرف حلقی اور حرف مکرر (ر۔ ل) کا وہ مجموعہ جس مین کوئی حرف شدید نہو "حرکت" ظاہر کرتا ہی، علم کی ابتدا علَم اور علامۃ (نشان) کے ادراک سے ہوئی، دنیا کی قومین عموماً اور اہل عرب خصوصاً ایک لفظ کو بولکر اس کے سبب یا نتیجہ کو مراد لیتے ہین علم "علَم" کے پیش نظر ہونے کا نتیجہ ہے، عوم (تیرنا) میع (سیال ہونا) عمایہ (گھٹاٹوپ ابر) وغیرہ الفاظ بتاتے ہین کہ (ع حرف علت اور میم) کا مجموعہ پانی سے تعلق رکھتا ہی، عام کا اصلی مفہوم بارش رہا ہوگا، جس طرح ماہ، ماس اور month کا مفہوم دنیا نے ماہ، moon اور چاند سے اخذ کیا ہی اسی طرح برس، برشس برشا کال، برشگال، گرگ باران، یہ وغیرہ الفاظ صاف بتاتے ہین کہ سال کا مفہوم بارش نے پیدا کیا ادراک (معلوم کرنا) اصل مین درک (پانا) تھا،

بعض نفسی کیفیات بھی حسی امور پر دلالت کرنے والے لفظون سے ادا کی جاتی ہین یقین۔ وثوق، یا عدم تشکیک ایک نفسی کیفیت کا نام ہی، اس مفہوم کو ادا کرنے والے الفاظ عموماً (قطع) کے مفہوم سے ماخوذ ہین، مثلاً (قد فعل۔ فعلتہ البتۃ۔ اذ فعل (اذ۔ اذا، ظرف و شرط ہین اور یقین ظاہر کرتے ہین) فعلتہ قط فعلہ قطعاً، تحتم الامر) مین قد۔ البتۃ۔ اذ۔ قط۔ قطعاً۔ اور تحتم پر غور کرو اور اس کے بعد قد (چیرنا) بت (پھاڑنا) اذ (کاٹنا) قط (کاٹنا) قطع۔ حتم۔ (توڑنا) وغیرہ الفاظ کے ساتھ ملاؤ تو حقیقت بے پردہ ہوجائیگی،

تمام حسی معانی بھی اصلی اور غیر منقول الفاظ مین مخفی نہین ہوتے، حسی معانی کی پانچ قسمین ہین (۱) مسموع یعنی آوازین (۲) مرئی جیسے، لمبائی، چوڑائی، موٹائی، رنگ، حرکت فصل۔ فاصلہ وغیرہ (۳) مشموم

جیسے بدبو، خوشبو، سونگھنا، یا سونگھنے کی چیزین (۴) ملموس۔ جیسے لمس۔ چکنا۔ ملنا وغیرہ معانی جن کا تعلق مساس سے ہی (۵) مذوقی یعنے زبان سے محسوس کی جانے والی چیزین اور کیفیتین۔

اِن پانچون قسم کے معلومات کے لیئے اصلی اور حقیقی الفاظ ناممکن ہین، کیونکہ اصلی الفاظ تو وہی ہو سکتے جو آوازون کی نقل یا بعض نفسی تاثرات کا نام ہون،

پیدائش السنہ کی صورت مین اختلاف ہی، اشاعرہ کہتے ہین کہ لفظ و معنے کا ربط انسان کو ابتدائً وحی و توقیف کے ذریعہ سے معلوم ہوا، معتزلہ کہتے ہین کہ آوازین پیدا کرنا تو انسان کو فطرۃً آیا، اسی طرح ادراک معانی کے قوے ہم مین فطری طور پر موجود ہین، معانی اور اصوات مین ربط انسان نے فرض و تسلیم اور وضع و اصطلاح کے طور پر قایم کیا، عباد بن سلمان اور اوس کے مسلک مین شریک معتزلہ کے نزدیک معانی اور الفاظ مین ایک فطری مناسبت ہوتی ہی، یہی مناسبت لفظ و معنے مین ربط قایم ہونے کی علت ہو ابن جنی کی رائے ہی، کہ دنیا بھر کی زبانون کے اصلی کلمات سنی ہوئی آوازون سے منقول ہین،

معتزلہ کا خیال تو بالکل ناقابل تسلیم ہے، کیونکہ وضع و اصطلاح کے لئے ضروری ہی کہ پہلے سے تخاطب اور تفاہم کے لئے کوئی زبان ہو، جس زمانہ مین کوئی زبان نہ تھی انسان نے تواضع کے لیئے کس طرح ایک دوسرے کو مخاطب کیا؟ اشاعرہ کا مقدس عقیدہ بھی خلاف قیاس ہی کیونکہ زبان کو وحی و الہام پر تقدم حاصل ہی جیساکہ "ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ" مین اشارہ ہی،

دیلمی نے مسند فردوس مین روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت مجھے آب و گل کی حالت مین دکھائی گئی، اور آدمؑ کی طرح اوس کو بھی تمام اسمار کی تعلیم دی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ خدا نے الہام طبعی کے ذریعہ انسان کو بولنا سکھایا، یعنی ہمارے جبلی خصائص اور فطری قوی مین سے بعض ایسے ہین جن کے ماتحت ہم کو فطرۃً بولنا آیا اور جن نوامیس فطرت کے ماتحت ہم اپنی زبانین سیکھتے ہین اونھین کے ماتحت دنیا کی پہلی آبادی نے بھی بولنا شروع کیا،

ہماری زبانون مین دو قسم کے الفاظ ہین (۱) بعض الفاظ ہماری ان طبعی اور اضطراری آوازون کی نقل معلوم ہوتے ہین جو کسی اچانک نفسی احساس کے نتیجہ کے طور پر خود بخود پیدا ہو جاتی ہی، پھیپھڑے سے ایک تنفس نکلتا ہو اور فضائے صدر سے لیکر لبون تک ٹکراتا ہوا، فضائے قریب مین مل جاتا ہی، اس ٹکرانے سے بسیط یا مرکب کسی قسم کی آواز پیدا ہو جاتی ہی، (۲) بعض الفاظ وہ ہین جنمین مندرجۂ بالا خصوصیت نہین پائی جاتی ہی، یہ الفاظ سنی ہوئی آوازون سے منقول معلوم ہوتے ہین، ایک بچہ کی فطرت پر غور کرو، اوسکی آوازین دو ہی قسم کی ہوتی ہین، (۱) اضطراری (۲) اختیاری، اختیاری آوازین عموماً ماں باپ، بھائی بند اعزا و اقربا سے سنے ہوئے الفاظ، یا دنیا کی کسی شئے سے سنی جانے والی آوازون کی نقلین ہوتی ہین، بچون مین نقل و محاکات کی خواہش بہت ہوتی ہی، وہ بے وجہ بھی بعض چیزون کی آوازین دُہرانے لگتے ہین، اس بنا پر ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہو کہ،

> اولین السنہ کے ابتدائی الفاظ دو قسم کے تھے (۱) اصلی یعنے، انسان کے منھ سے خود بخود پیدا ہو جانے والی آوازون کی ارادی تشکلین (۲) محکی یعنی سنی ہوئی آوازون سے منقول الفاظ،

اس بنا پر لفظ کا اصلی مفہوم بعض نفسی تاثرات، سنی ہوئی آوازین، اور لفظ کے متشابہ اصوات کی پیدایش کے اسباب نتائج لوازم اور متعلقات ہی ہو سکتے ہین، لفظ کے جو معانی مندرجۂ بالا پانچ قسمون سے الگ ہون وہ بھی حقیقتاً، واسطہ در واسطہ انھین پانچ قسم کے معانی کا سبب، نتیجہ، لازم، ملزوم یا متعلقات اور اشباہ ہوتے ہین، چونکہ ہر حسی مفہوم پر لفظ حسی آوازون کے اسباب و نتائج اور اشباہ و لوازم ہونے کا اطلاق ضروری نہین اسلئے ہر حسی مفہوم پر دلالت کرنے والے الفاظ بھی اصلی نہین، ان مین سے اکثر مستعار اور منقول ہین،

عربی زبان کے الفاظ اور اون کے معانی کا ربط تلاش کرنے کی غرض سے لغت پر غور کرو، تو چند دنون کے غور و فکر کے بعد تم خود بتا سکوگے، الفاظ کے حسی موارد جو زبان کے دیگر الفاظ کی بنیاد، یا ابتدائی مدار قرار

پا سکتے صرف چند ہین،

(۱) آوازین (۲) شکست، انقطاع (۳) فاصلہ (۴) حرکت (۵) اتساس (۶) بو، اور ناک سے تعلق رکھنے ولے مفاہیم (۷) درازی اور امتداد، (۸) زبان سے متعلق امور جیسے چکھنا، چاٹنا، مزہ وغیرہ (۹) خفت (۱۰) ثقل (۱۱) حسن وقبح یا پسندیدگی وناپسندیدگی وغیرہ وہ امور جن کا تعلق اندرونی احساس سے ہی، ان معانی کے علاوہ جس قدر مفاہیم ممکن ہین، وہ آہستہ آہستہ اور بتدریج انھین مفاہیم سے اخذ کئے گئے، اس دعوی کے اثبات کے لئے مختصر دلیلین کافی نہین، زبان کے مکمل اور پے درپے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے،

یہ عجیب بات ہی کہ جس طرح الفاظ کے معانی کی صرف (۱۱) بنیادین فرض کی گئین اسی طرح الفاظ کے صوتی اختلافات کو مدنظر رکھتے ہوئے الفاظ کی بھی صرف ۱۲ قسمین قرار دی جاسکتی ہین،

کیونکہ عربی زبان کے الفاظ کی ۴ قسمین ہین (۱) ایک حرفی (۲) دوحرفی (۳) سہ حرفی (۴) زائد از سہ حروف چوتھی قسم کے الفاظ دو قسم کے ہین، بعض تو وہ ہین جو سہ حرفی لفظون مین چند حروف کے اضافہ، یا کسی حرف کی تضعیف سے پیدا ہوئے، جیسے قاتل، مقتول وغیرہ، بعض وہ ہین جو دو ثلاثی کے باہم ملکر ایک ہوجانے سے پیدا ہوئے ہین، اس قسم کے الفاظ کو منحوت کہتے ہین، رباعی اور خماسی الفاظ عموماً منحوت ہین، لغت عرب کے چوحرفی اور پنج حرفی الفاظ پر غور کرو تو ان مین سے ۸۰ فیصدی کو بشرطیکہ غیر زبانون سے منقول نہون، دو ثلاثیون مین تحلیل کرنا آسان ہی، جیسے دقدق (دق دق) عصفور (عصی وفر) قصطل (قصل وطل) بحثر (بحث وثور) بہت زیادہ تمثیلون سے مضمون ثقیل ہوجائیگا، اس لئے ہم انھین چند مثالون پر اکتفا کرتے ہوئے بے تامل اس فیصلہ کو ظاہر کردینا چاہتے ہین کہ تین حرف سے زیادہ والے الفاظ فرع ہین، اصل نہین،

سہ حرفی لفظون کو عربی زبان کی بنیادی اصلین قرار دیا جاتا ہی، مگر عربی زبان پر غور کرو تو اس کی صدہا مثالین ملین گی، مضاعف، اجوف، معتل، اور وہ سہ حرفی الفاظ جو لام کلمہ کو منسنے کر دینے کے بعد

مضاعف کی آواز کے مشابہ ہون ذرا ذرا سے فرقون کے ساتھ تقریباً یکسان معنی ظاہر کرتے ہین، مثلاً غط (غوطہ دینا) غوط (ڈوبنا) تغطی (ڈھانپ لینا۔ ڈوبا لینا) غطم (ڈوبانا) وغیرہ۔ یا مثلاً مس (چھونا) مسح (چھونا) مث (عنا) موث (پانی مین کسی چیز کو ملنا) قط۔ قطع۔ قطف۔ قطم سب کاٹنا ظاہر کرتے ہین قص، قصل۔ قصم۔ قصب۔ سب تقریباً ہم معنی ہین:۔ اس قسم کی بہتیری مثالین ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ثلاثی الفاظ بھی اصل مین دو حرفی آوازون سے پیدا ہوئے ہین:۔ یک حرفی الفاظ کے متعلق بھی ثابت کیا جاسکتا ہے کہ وہ دو حرفی لفظون کا مخفف ہین،

انسان سب سے پہلے دو حرفی آوازین پیدا کر سکتا ہے، اور سب سے پہلے انسان کو چیزون کی طلب ظاہر کرنی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے، کہ دُنیا کی قدیم زبانون مین طلب کے صیغے یعنی امر کے الفاظ دو حرفی ہوتے ہین، یہی دو حرفی امر دیگر ہم آواز لفظون کی اصل تسلیم کیے جاتے ہین، عربی مین اجوف کا امر ہمیشہ دو حرفی ہوتا ہے گو اہل صرف کے مذہب بموجب اس قسم کے امر سہ حرفی لفظ کا مخفف ہوتے ہین مگر واقعہ یہ ہے، کہ تمام ہم آواز لفظون کی اصل یہی دو حرفی امر ہین:۔ دو حرفی لفظون کے ادا کرنے مین، سادہ اور غیر ترقی یافتہ افراد انسان اور بچون کے زبان پر الفاظ کی شکل مختلف صورتون مین کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے،

بعض وقت وہ حروف کی حرکتون کو طویل کر دیتے ہین، مقصور حرکتین، اس وقت سے وجود مین آئین جب سے انسان مین تراش خراش پیدا ہوئی، چونکہ حرکت اصل مین اس روانی کا نام ہے، جو حال صوت تنفس کا ایک لازمی وصف ہے اس لیے تقاضائے فطرت کے مطابق تو صرف ممدود حرکتین ہین، بہرحال پہلے حرف کی حرکت ممدود ہو کر اسی دو حرفی امر کو سہ حرفی اجوف اور دوسرے حرف کی حرکت کھینچکر اس کو سہ حرفی ناقص بنا دیتی ہے، اگر دوسرے حرف کے مخرج پر احتباس تنفس ذرا طویل ہو جائے تو وہی دو حرفی لفظ سہ حرفی مضاعف ہو جاتا ہے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو حرفی لفظ ادا کرنا چاہتے ہین مگر ان کی آواز غیر اختیاری طور پر کسی تیسرے حرف پر رک جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ عربی زبان مین ثلاثی کے لام کلمہ

اور اجوف و ناقص کے صرف علت کو نظر انداز کرنے کے بعد، الفاظ باہم ہم آواز نظر آئین، تو عموماً ان کے معانی مین کچھ خاص قیود معنوی کی کمی اور بیشی کے ساتھ معنوی اتحاد ہوتا ہے :-

مختصر یہ کہ الفاظ کی ابتدائی اصل دو حرفی آوازین ہین، جو کسی چیز سے سنائی دینی والی آوازون یا انسان کی بعض غیر اضطراری آوازون کی پے بہ پے نقل سے معرض وجود مین آئی تھین، ان آوازون کو ہم چند قسمون مین تقسیم کر سکتے ہین (۱) ہم مخرج حرفون کا مجموعہ (۲) باہم متشابہ حروف سے بنا ہوا لفظ۔ (۳) دو متبائن جنس کے حروف سے بنا ہوا لفظ، چونکہ حروف کی پانچ قسمین ہین، حلقی[۱] حنکی[۲] (تالو کے حروف) شجی[۳] (ر۔ ل۔ ن۔) سنی[۴] (دندانی) شفوی[۵] (لب کے حروف) اس لیے تیسری قسم کے الفاظ کی دس قسمین ہوئین اس طور پر، الفاظ کی ابتدائی اصلین ۱۲ ہوئین:-

خلاصہ یہ کہ ہماری زبانون کی ابتدا صرف ۱۱ قسم کے معانی اور ۱۲ قسم کے الفاظ سے ہوئی ہے، اور انھین ۱۲ قسم کے الفاظ سے صدہا زبانین پیدا ہوئین۔

(۳)

دنیا کی اولین زبان سے مختلف زبانین انھین قوانین فطرت، اور قوامیس الٰہیہ کے ماتحت پھوٹین جنکی وجہ سے اب بھی ہماری زبانون کے الفاظ، اپنے معانی اور شکلون کو تبدیل کرتے رہتے ہین،

دنیا بھر کی زبانون کے بسیط حروف کو اپنے دماغ مین حاضر کرو تو تم سب کو پانچ جنسون مین تقسیم کر سکتے ہو:- ان پانچ جنسون مین سے ہر جنس کے تمام حروف اصلی نہین، اکثر حروف تو ایسے ہونگے جنکو صرف لہجون کے اختلاف نے ایک دوسرے سے الگ کر دیا ورنہ حقیقت اونکی ایک ہے، اصلی حروف وہ ہین جو دنیا بھر کی زبانون مین ادا کیے جا سکتے ہون، اس قسم کے حروف صرف ۱۴ ہین،

ہمزہ[۱]۔ ب[۲]۔ م[۳]۔ ک[۴]، ج[۵]، ر[۶]، ل[۷]، ن[۸]، ش[۹]، س[۱۰]، و[۱۱]، ی[۱۲]، الف[۱۳]، دیا (ڈ) ت[۱۴]، (یا، ٹ)

ان ۱۴ حرفون کے علاوہ جتنے حروف ہین وہ فرع ہین، اصل نہین:- ان ۱۴ حرفون کو باہم ضرب دو

تو ۱۹۶ الفاظ پیدا ہون گے، دیلمی نے مسند فردوس مین عطیہ بن بشر سے مرفوع روایت کی ہے خدا نے حضرت آدم کو ہزار آسمانی تعلیم دی تھی، یہ روایت مذہبی حیثیت سے غالباً واجب التسلیم نہین مگر قرین قیاس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے، اس مین تو کسی عقلمند کو شبہہ نہین ہو سکتا کہ دنیا کی اولین زبان کے الفاظ محدود تھے ہزار کی تعیین کے لیے کوئی عقلی دلیل نہین لیکن اگر ابتدائی زمانہ مین واقعی طور پر انسان انھین چودہ حرفون کو ادا کر سکتا تھا تو اولین زبان کے الفاظ کی تعداد ہزار سے زیادہ بھی نہین ہو سکتی، اس لیے چودہ حرفون سے صرف ۱۹۶ ثنائی بن سکتے ہین، فرض کرو، بالکل ابتدائی عہد مین، ناقص، اجوف اور مضاعف ایک دوسرے سے ممتاز حالت مین پیدا ہو گیے تو ثنائی کی تعداد زیادہ سے زیادہ ۷۸۴ فرض کیجا سکتی :-

باوجود اس کے کہ ایک طرف ہماری روائتین ہم کو اس امر کے باور کرنے پر مجبور کرتی ہین کہ آدمؑ کی زبان چند سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ نہ تھی، پھر بھی بعض مفسرون نے لکھا ہے کہ آدمؑ کو ہر زبان مین اسماء کی تعلیم دی گئی ان کے بیٹے تمام زبانین بولتے تھے جب وہ دور دراز ممالک مین متفرق ہو گیے تو ہر ایک نے ایک زبان کو خاص کر لیا،

اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا مین انسان کی زبان کوئی مستقل نوعیت نہ رکھتی تھی نہ تو الفاظ کے اوزان، صیغے اور تشکلین کوئی خاص آواز کی مالک بنی تھین اور نہ الفاظ اور معانی کے ربط مین کوئی استقلال پیدا ہوا تھا :-

یعنی ایک لفظ کو ادا کر کے ایک شخص، لفظ کی سی آواز کے کسی سبب کو مراد لیتا ہو گا تو وہی شخص دوسرے وقت اسی لفظ سے دوسرے سبب کو مراد لیتا ہو گا، ایک شخص لفظ سنکر اپنے دماغ مین آواز کی وجہ پیدائش کو حاضر کرتا، تو دوسرا ان حالات مین سے کسی ایک حالت کو مراد لیتا جو آواز کے سنائی دینے کی حالت مین محسوس ہوئی تھین، ایک مدت تک لفظ اور معنی کا ربط غیر مستقل نوعیت رکھتا ہو گا، آہستہ آہستہ، جب قومین دنیا مین پھیلنے لگین تو ان کے الفاظ اور معانی مین ربط ٹھوس ہونے لگا،

اسی طرح الفاظ کی آوازین بھی ابتدائی عہدمین کچھ مستقل نہ ہونگی، ایک ہی شخص کبھی حرف کو حرکت دیتا ہوگا توکبھی ساکن اداکرتا ہوگا، کبھی حرف کو بسرعت اداکرتا ہوگا توکبھی کسی حرف پرادسکی آواز محتبس ہوجاتی ہوگی کبھی لفظ کے کسی حرف کو گرادیتا ہوگا توکبھی کسی حرف کا اضافہ کردیتا ہوگا کبھی ایک حرف کو ایک لہجہ سے ادا کیا ہوگا تو کبھی دوسرے لہجہ سے کبھی بعض حرفون کو متشابہ حرفون کے ساتھ بدل دیتا ہوگا آج ایک حرف کو مقدم استعمال کیا ہے توکل موخر، غرض ابتدائی عہدمین، انسان کو اپنی زبان پر کافی قابو نہ ہوگا، اس کی زبان اکثر لٹ پٹاتی ہوگی اور غیرشاعرانہ طورپر ایک ہی لفظ کو انسان صدہا لہجون مین اداکرتا ہوگا، اورکبھی اس کے الفاظ مستقل طورپر کسی خاص مفہوم کو ظاہر کرتے ہونگے لیکن جب دنیا مین بنی نوع مختلف قومون کی شکل مین پھیل گیے توآہستہ آہستہ ہرقوم نے مستقل لہجے، مستقل صیغے، اورمستقل شکلون کے الفاظ استعمال کرنا شروع کیا اورآہستہ آہستہ لفظ اورمعنے مین مستقل ربط پیدا ہونے لگا۔ دنیا کی موجودہ زبانون کی اصلین، وہی مستقل زبانین ہین جو بالکل ابتدائی عہدمین، آدم کی غیرمستقل زبان سے پیدا ہوئین،

ابتداءً مین دنیا کی تمام زبانین باہم مشابہ ہونگی، ان مین فرق یہ ہوگا ایک قوم مین کسی معنی کے لیے ایک لفظ استعمال کیا جاتا ہوگا، تو دوسری قوم مین اس لفظ کا الٹا:۔ ایک زبان کا لفظ جن حرفون کے ساتھ اداکیا جاتا تھا دوسری زبان مین وہی لفظ اس کے متشابہ دوسرے حروف کا مجموعہ ہوتا ہوگا۔ ایک زبان مین لفظ اپنی جیسی آواز کی کسی علت اورسبب یا نتیجہ کو ظاہر کرتا تو دوسری زبان مین دوسری علت دوسرے سبب یا کسی دوسرے امرلازم کو ظاہر کرتا ہوگا، کوئی لفظ جو ایک قوم کی زبان پر چڑھکر اثباتی مفہوم دیتا ہوگا تو دوسری قوم کی زبان پر چڑھکر سلبی مفہوم یا پہلے مفہوم کی ضد پر دلالت کرتا ہوگا؛۔ مثلاً غور کرو، ہندوستان مین دیوتا کا وجود نہایت مقدس ہے، ایران مین "دیو" نہایت خطرناک چیز ہے، عرب "ابر" کو غیم بولتے ہین، تو فارس والے، میغ، ہندوستانی زبان مین میگھا اوتار بارش کا دیوتا ہے۔ عربی کا اب فارسی مین آب ہے ہندوستانی زبان مین اُپ، چنانچہ اپ پاترم آبخورہ کو کہتے ہین انگریزی مین بھی آب

(غطا غ ع) بن کر پانی کی ایک خاص کیفیت (جزر) کو ظاہر کرتا ہے :- عربی الفاظ، غار، غور، غرس وغیرہ کے معانی کے ساتھ، فارسی گور، ہندی، گوڑنا، گاڑنا، گاڑا، اسی طرح اخدود، خدّ، کھودنا، کھندنا، کندن، قطع کاٹنا۔ ہنی ہنہہ۔ Nay. No. Nah. نے، نا، نہین، نہ، وغیرہ الفاظ صاف طور پر مندرجہ بالا حقیقت کا اظہار کرتے ہین،

گو اس قسم کی مثالین بہت کم ملین گی لیکن عربی زبان کے علم الاشتقاق پر غائر نظر ڈالنے والے کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل حقایق کو تسلیم کرے،

(۱) مضاعف، اجوف، ناقص، اور صحیح (مثال بھی ایک قسم کا صحیح ہے) دو حرفی امر سے بنے ہین، (۲) تقریباً ہم صوت الفاظ کسی زمانہ مین باہم مرادف تھے، مگر جس تدریج کے ساتھ انسانی معلومات مین اضافہ ہوتا رہا ہر لفظ نیا (مگر اصلی مفہوم سے قریب تر) معنی اختیار کرتا رہا تا آنکہ اب دنیا مین کوئی دو لفظ ایسے نہین جو ایک زبان مین مرادف ہون، عربی زبان مین اب بھی متشابہ الصوت الفاظ کثرت کے ساتھ باہم مشابہ ہوتے ہین، متشابہ الاصوات الفاظ کے مابہ المشابہ مفہوم مشترک کو لفظ کے ساتھ خاص مناسبت ہوتی ہے، مثلاً قتل (مار ڈالنا) قطل (درخت کاٹنا) قضم (دانت سے کھانا) تقدیر (اندازہ کرنا، جدا جدا کرنا) وغیرہ الفاظ کا مفہوم مشترک ایک جز کا ٹوٹ کر دو ہونا یا دو چیزون کے درمیان فصل پیدا ہونا ہوتا ہے، شکست کی حالت مین چیزون سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے لفظ کی اصلی شکل سے کس قدر مشابہت ہے (۳) حروف کی ترتیب بدلنے پر بھی الفاظ کے معانی تقریباً یکسان رہتے ہین مثلاً دلک (ملنا) لدک (چپکنا) تکلید (تلے اوپر جمع کرنا) تلکد، بنیکانا دکل (مٹی سانا) یہ الفاظ درحقیقت ایک مفہوم یعنی دو جسم کا ایک دوسرے سے التماس ظاہر کرتے ہین

عربی زبان اور دوسری زبانون مین ایک فرق یہ ہے کہ اس زبان کے الفاظ اپنے معانی کو جن وجوہ اور اسباب کے ماتحت ظاہر کرتے ہین وہ متشابہ الاصوات الفاظ کے مطالعہ سے بہت تشریح معلوم ہو سکتے ہین، فارسی کا لکد (زدن) عربی تلکد سے ملا کر دیکھو تو اوسکی وجہ دلالت سمجھ مین آسکتی ہے مگر محض فارسی زبان کا مطالعہ ہم کو اوسکی علت نہین بتا سکتا

ماتر - مادر Mother مام، پتر، پدر، روسی پتر، Brother یہ الفاظ انڈویورپین زبانون کے ہین، تاہم تشابہ ہین اور سب کا مفہوم (س، ف)
ایک ہے، (تر، در، ٹر) انڈویورپین زبانون مین قرابتون کے نام کا عام لاحقہ ہین انکو نکال دو تو صرف ما، اور با رہجاتا ہے یہ الفاظ عربی لفظ اُم، اور اَب کا الٹا نظر آتے ہین: - اب الفاظ کی وجہ دلالت معلوم ہوگئی، اس لیے کہ عربی زبان کے مطالعہ سے اس بات کا صاف پتہ چلتا ہو کہ چونکہ "حلقی اور شفوی" آوازون پر انسان کو سب سے پہلے قدرت حاصل ہوتی ہے اس لیے ہماری فطری زبان کے قدیم ترین الفاظ وہی ہین "جو حلقی اور شفوی" حروف سے مرکب ہون، چونکہ پہلا نفسی ادراک جس کے اظہار کی خواہش انسان کو ابتدا ہی مین ہونے لگتی ہے "محبت" ہے، اور چونکہ پہلا احساس جو بچون کو ہوسکتا ہے ہوا اور پانی کی حرکت ہے، اور سب سے پہلے جس چیز کے ساتھ بچون کی خواہش وابستہ ہوسکتی ہے پانی اور دودھ ہے، اس لیے "حلقی شفوی" الفاظ کا خاصہ ہے کہ پانی، دودھ، ہوا، اور ان چیزون کے لوازم یا محبت اور لوازم محبت پر دلالت کرین" چنانچہ جو الفاظ میم یا بے اور کسی حرف حلقی سے ملکر مضاعف، اجوف، یا ناقص کی صورت مین ہون، ان کے اصلی مفاہیم تین ہین، پانی، ہوا، ماما چنانچہ، ہوا، ہبار، ہب، ہ، باب، وغیرہ الفاظ ہوا سے تعلق رکھتے ہین، اُباب (پانی) حباب بلبلہ، ہیام (پیاس) عوم (تیرنا) میع (بہتے رہنا) ماء (پانی) وغیرہ الفاظ پانی کو ظاہر کرتے ہین، حُب، حمیم، عم (چچا) اُم (مان) امتہ (اصلی مفہوم کھلائی) حوبہ (ماما، قرابت) حم (رشتہ دار کثرت استعمال نے عورتون کے سسرالی رشتہ دار کے لیے خاص کر دیا) اَب باب وغیرہ الفاظ کی وجہ دلالت حوبہ یعنی ماما اور محبت کا اظہار ہے،

دنیا بھر کی زبانون مین عربی ہی ایک زبان ہے جواب تک تقاضائے فطرت کے مطابق ہے، عربی زبان کے الفاظ کا غائر مطالعہ کیا جاوے تو انسان کی ادبی اور دماغی ترقیون کی تدریجی رفتار کا غالباً بالکل صحیح نقشہ پیش کیا جاسکتا ہے:

علم تاریخ کی ایک اہم شاخ

فن تراجم وطبقات

از مولانا عبد السلام ندوی

آج یورپ نے فن سوانح نگاری کو جس قدر ترقی دی ہے اُس کے لحاظ سے اگرچہ وہ اسکی ایجاد کا دعوی کرسکتا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس فن کے موجد مسلمان ہین، اور یورپ نے خود مسلمانون ہی سے بیوگرافی لکھنے کا طریقہ سیکھا ہے چنانچہ علامہ فرید وجدی کنز العلوم واللغۃ مین لکھتے ہین،

ومما هو جدير بالتنبيه ان المسلمين	جو بات خاص طور پر تنبیہ کی مستحق ہے وہ یہ ہو
اول الامم تاليفاً للتراجم وعنهم	کہ مسلمانون کی قوم سب سے پہلی قوم ہو جس نے تراجم
اخذ الاوربيون هذا النوع	مین کتابین لکھین اور اس قسم کی تصنیف کا طریقہ
من التصنيف[1]	یورپ نے انھی سے سیکھا،

مسلمانون مین تاریخ عام یعنی سیاسی اور ملکی تاریخون کے لکھنے کا رواج قدرتی طور پر اسلامی فتوحات کے بعد ہوا اور سب سے پہلے تیسری صدی مین مورخ یعقوبی نے تاریخ یعقوبی اور اس کے بعد ابن جریر طبری المتوفی سنہ ۳۱۰ھ نے تاریخ طبری لکھی، پھر اس کا عام رواج ہوگیا اور نہایت کثرت سے ملکی تاریخین لکھی گئین، لیکن تراجم وطبقات کی ابتدا اس سے بہت پہلے ہوگئی اور اسلامی تصنیفات کے نہایت ابتدائی زمانے مین حدیث وتفسیر کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک

---

[1] کنز العلوم واللغۃ صفحہ ۲۴۲،

پر متعدد کتابین لکھی گئین چنانچہ سب سے پہلے عروہ ابن الزبیر المتوفی ۹۳ھ نے سوانح اقدس کو کتاب کی صورت مین مدون کیا، اس کے بعد وہب بن منبہ المتوفی ۱۱۴ھ اور محمد بن اسحاق المتوفی ۱۵۱ھ نے اونکی تقلید کی اور اس طرح تاریخ عام کے وجود مین آنے سے پہلے فن تراجم و طبقات کا عمدہ نمونہ مسلمانون کے سامنے آگیا، اور آگے چل کر انھون نے اوسکو اس قدر ترقی دی کہ وہ اونکا خاص فن بنگیا، اگرچہ آج یورپ مین جو بہترین سوانح عمریان لکھی جاتی ہین اور خود ہندوستان مین جو سوانح عمریان یورپین انداز مین لکھی گئی ہین اونکے مقابلہ مین اسلامی تاریخ کی یہ خاص شاخ بظاہر زیادہ بارآور نہین معلوم ہوتی، کیونکہ اکثر لوگون کے حالات نہایت اجمال کے ساتھ لکھے گیے ہین، متعدد اشخاص کے نام کے ساتھ صرف اونکی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات ہی پر اکتفا کیا گیا ہے، اکثر غیر مشہور لوگون کے حالات ان کتابون مین درج ہین، علما و فقہا سے گذر کر شہسوارون اور گویون تک کے حالات مین کتابین لکھی گئی ہین، لیکن باایں ہمہ اس فن کو یورپ کے موجودہ طرز سوانح نگاری پر متعدد حیثیتون سے ترجیح حاصل ہے، مثلاً

(۱) علمی اور تمدنی ترقی کے زمانے مین انسانون کے مختلف طبقات قائم ہوجاتے ہین مثلاً، علما، فقہا، شعرا، حکما، اطبا، اور متکلمین وغیرہ کی الگ الگ جماعت قائم ہوجاتی ہے اور اگرچہ ان مین مشہور اور غیر مشہور ہر قسم کے لوگ شامل ہوتے ہین، تاہم اپنے اپنے دور مین ان مین ہر شخص کے کچھ نہ کچھ کارنامے ہوتے ہین، ہر شخص کچھ نہ کچھ اثر رکھتا ہے، ہر شخص کے مختلف تعلقات ہوتے ہین، کوئی کسی خاص شخص کا مقلد ہوتا ہے کوئی نئی ایجاد کرتا ہے، کوئی قوم کے سامنے نیا نظریہ پیش کرتا ہے، غرض ہر طبقہ ہر جماعت، اور ہر فرقہ کی الگ الگ خصوصیات ہوتی ہین اور ان سب کے پیش نظر رکھ لینے کے بعد اوس دور کی علمی تمدنی اور اخلاقی تاریخ کے ایک ایک خال و خط نمایان ہوجاتے ہین، یورپ نے اگرچہ آج فن سوانح نگاری کو بہت کچھ ترقی دی ہے، تاہم یہ سوانح عمریان اکثر صرف مشہور اشخاص سے تعلق رکھتی ہین، ملک مین جو مختلف جماعتین قائم ہین مجموعی طور پر ان کے حالات مین کتابین لکھنا اس زمانہ کے

فن سوانح نگاری کے دائرے سے خارج ہے، اس لیے اگر اس زمانے مین کسی خاص طبقہ، یا کسی خاص جماعت کے کارنامون کی مجموعی تاریخ مرتب کرنا چاہین تو یہ سوانح عمریان تقریباً بیکار ثابت ہونگی لیکن مسلمانون نے جماعت کے الگ الگ طبقات قائم کیے ہین اور ان کے ایک ایک فرد کے حالات جہان تک مل سکے ہین لکھے ہین، مثلاً

علم اخبار الانبیاء،	مسلمانون نے اس مین متعدد کتابین لکھی ہین، جن مین ایک ابن جوزی کی کتاب قصص الانبیاء ہے،
علم تاریخ الخلفاء	یہ بھی فن تاریخ کی ایک مستقل شاخ ہے، اور اس فن مین جو کتابین لکھی گئی ہین ان مین بعض نے تو صرف خلفائے راشدین کے حالات لکھے ہین، اور بعض نے خلفائے امویہ اور خلفائے عباسیہ کو بھی شامل کر لیا ہے،
علم طبقات القراء	صحابہ کے زمانہ سے لیکر تبع تابعین کے زمانے تک جس قدر قراء اور ان کے شیوخ و رواۃ گذرے ہین، ان سب کے حالات اس شاخ کی کتابون مین لکھے گئے ہین،
علم طبقات المفسرین	اس مین مفسرین کے طبقات کا حال لکھا گیا ہے،
علم طبقات المحدثین	اس شاخ کو صرف محدثین کے حالات سے تعلق ہے،
علم سیر الصحابۃ والتابعین	اس کو صرف صحابہ اور تابعین کے حالات سے تعلق ہے،
علم طبقات الشافعیہ	اس شاخ مین بہ کثرت کتابین لکھی گئی ہین جن مین علمائے شافعیہ کے حالات جمع کیے گئے ہین،
علم طبقات الحنفیہ،	اس مین صرف علمائے حنفیہ کے حالات مندرج ہین، اور اس

	شاخ مین متعدد کتابین لکھی گئی ہین، مثلاً الجواہر المضیہ نے طبقات الحنفیہ، مختصر قاسم بن قطلو بغا، وغیرہ،
علم طبقات المالکیہ،	مالکی علمار کے حالات مین،
علم طبقات الحنابلہ،	حنبلی علما کے حالات مین،
علم طبقات النحاۃ،	نحویون کے حالات مین، اس مین متعدد لوگون نے ضخیم کتابین لکھی ہین، مثلاً یاقوت حموی، مجد الدین شیرازی، صلاح الدین الصفدی اور جلال الدین سیوطی وغیرہ،
علم طبقات الحکمار،	حکمار کے حالات مین، اس موضوع پر متعدد کتابین لکھی گئی ہین، مثلاً صوان الحکمۃ لابن صاعد الاندلسی، طبقات الحکما شہرزوری، اخبار الحکمار قطفی،
علم طبقات الاطبار،	اطبار کے حالات مین ابن ابی اصیبعہ کی کتاب عیون الانبا فی طبقات الاطبار نہایت مشہور کتاب ہے،
علم طبقات الشعرا،	اس مین شعرار کے حالات درج ہین، مثلاً کتاب الشعر و الشعرار لابن قتیبہ، وغیرہ
علم طبقات المتکلمین	متکلمین کے حالات ہین،

خاص خاص جماعتون کے علاوہ مسلمانون نے بالکل جدید طرز پر مختلف قومون کے الگ الگ طبقات قائم کیے ہین، اور انکی علمی اور اخلاقی خصوصیتون کو الگ الگ نمایان کیا ہے، مثلاً ابن صاعد الاندلسی نے علوم و فنون کی تاریخ مین طبقات الامم کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس مین ہر قوم کے علمی کارنامے بیان کیے ہین، خود علوم و فنون کے بھی الگ الگ طبقات قائم کیے گئے ہین،

اوران پر طبقات العلوم کے نام سے الگ الگ کتابین لکھی گئی ہین،

(۲) تاریخ کے لفظ سے عام طور پر تاریخ عام مراد ہوتی ہے، یہی وجہ ہو کہ مسلمانون نے فن تراجم و طبقات کو تاریخ سے الگ ایک مستقل شاخ قرار دیا ہے، لیکن صاحب الظنون نے اوسکو بھی فن تاریخ ہی مین داخل کرلیا ہے اور لکھا ہے کہ موضوع تاریخ کے لحاظ سے اس کے الگ کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے، بہر حال یورپ نے فن تاریخ سے تاریخ عام ہی مراد لیا ہے، اور مسلمانونکی عام تاریخون مین چونکہ زیادہ تر جنگ و جدل کے واقعات ہوتے ہین، اس لیے یورپ نے مسلمانون کی تاریخون کو "قصائی کی دوکان" کا خطاب دیا ہے، لیکن اگر تاریخ کے ساتھ فن طبقات و تراجم کو بھی شامل کرلیا جائے تو یورپ کا یہ اعتراض بالکل اٹھ جاتا ہے، کیونکہ فن طبقات مین صرف اشخاص کے حالات ہی نہین لکھے جاتے بلکہ اسی کے ساتھ ان کے علمی تمدنی اور مذہبی کارنامے بھی ضمنی طور پر مذکور ہوتے ہین، اس لیے ان تراجم کے ذریعہ سے مسلمانون کی علمی، تمدنی اور مذہبی تاریخون کے متعلق اس کثرت سے مفید معلومات حاصل ہوتی ہین کہ اگر ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مختلف عنوانات کے تحت مین جمع کردیا جائے تو ان کے ذریعہ سے مسلمانون کی علمی، تمدنی اور مذہبی تاریخ مرتب ہوسکتی ہے، مثلاً عام اسلامی تاریخون سے یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ مسلمانون نے غیر قومون کی علمی کتابون کے کس قدر ترجمے کیے؟ کس قدر شفاخانے بنوائے؟ اور اسلامی فرقون پر کن کن قومون کے عقائد و خیالات کا اثر پڑا؟ لیکن طبقات و تراجم سے یہ مشکل نہایت آسانی کے ساتھ حل ہوجاتی ہے، چنانچہ ان کتابون مین جابجا ان معلومات کا ضمنی تذکرہ جس طرح کیا گیا ہے، ان کے متعلق ہم چند مثالین اس موقع پر درج کرتے ہین،

(۱) ابوسلیمان منطقی بجستانی کا بیان ہے کہ بنوبجم کتابون کی نقل کرنے والی ایک جماعت کو جن مین حنین ابن اسحاق، حبیش بن الحسن، اور ثابت بن قرہ شامل ہین، وظائف دیتے تھے اوران کے لیے بغرض نقل، ترجمہ، اور ملازمت خدمت پانچسو دینار ماہوار مقرر کیا تھا،

اس کے بعد ملک روم سے جن لوگون نے کتابین ڈھونڈ کے نکالین وہ محمد، احمد اور حسن بنو موسیٰ بن الشاکر المنجم تھے، اور ان کے واقعات ان کے تراجم مین آئینگے، ان لوگون نے اس معاملہ مین بڑی بڑی فیاضیان کین اور فلسفہ، ہندسہ، موسیقی، ارتھمیٹک اور طب وغیرہ کی نہایت نادر نادر کتابین جمع کین[1]

اسکندر افرودیسی اپنے زمانے کا فلسفی تھا، اور ارسطو کی بہت سی کتابونکی شرحین لکھی تھین، اور رومی سلطنت کے زمانے مین، اور مسلمانون کی قوم مین لوگ ان شرحون کا بڑا شوق رکھتے تھے، اور ہمارے زمانے مین بھی جو لوگ ان کا ذوق رکھتے ہین وہ ان کے مشتاق رہتے ہین، یحییٰ بن عدی فیلسوف کا بیان ہے کہ اسکندر نے سماع طبیعی اور برہان کی جو شرح کی تھی مین نے ان دونون شرحون کو ابراہیم بن عبد اللہ الناقد النصرانی کے ترکہ مین دیکھا تھا، اور یہ دونون شرحین میرے سامنے ایک سو بیس دینار پر بغرض فروخت پیش کیگئی تھین، مین اشرفیون کا سامان کرنے گیا لیکن پلٹا تو دیکھا کہ لوگون نے اور کتابون کے سلسلے مین ان کو تین ہزار دینار پر ایک خراسانی شخص کے ہاتھ فروخت کردیا، یحییٰ ابن عدی کا یہ بھی بیان ہے کہ مین نے ابراہیم بن عبد اللہ الناقد سے فص سوفسطیقا، فص الخطابہ اور فص الشعرا کو بھی جنکو اسحاق نے نقل کیا تھا، مانگا لیکن اس نے ان کو فروخت نہین کیا اور لوگون نے اس کے وفات کے وقت ان کو جلا دیا، تحصیل علوم اور تحفظ علوم کے متعلق لوگون کی اس ہمت کو دیکھو، اگر ہمارے زمانے مین یہ کتابین لائی جائین اور مدعیان علم کے سامنے پیش کیجائین تو یہ لوگ ان کے عشر عشیر بھی قیمت نہ دے سکین گے[2]

ثابت بن سنان راضی کا مخصوص طبیب اور بغداد کے شفاخانے کا مہتمم تھا،[3]

---

[1] اخبار الحکماء قفطی تذکرہ ارسطو [2] ایضاً تذکرہ اسکندر افرودیسی [3] اخبار الحکماء تذکرہ ثابت بن سنان،

عضد الدولہ جب بغداد مین آیا تو جبرائیل بن عبید اللہ بن بختیشوع بھی منجملہ خواص کے اوس کے ساتھ تھا، عضد الدولہ نے شفاخانے کی تجدید کی تو جبرائیل کو دو وظیفے ملنے لگے ایک وظیفہ خواص جسکی تعداد ۳۰۰ درہم شجاعیہ تھی، اور تین سو درہم شجاعیہ شفاخانے کے تعلق سے[1]،

عضد الدولہ نے بغداد مین جو شفاخانہ قائم کیا تھا اس مین نظیف النفس کو منجملہ اون ۲۴ طبیبون کے جو مریضون کے علاج کے لیے مقرر تھے مقرر کیا تھا[2]،

ابیذقلیس داؤد علیہ السلام کے زمانے مین تھا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے شام مین لقمان حکیم سے حکمت سیکھی پھر وہان سے پلٹ کر یونان مین آیا تو خلقت عالم کے متعلق بعض باتین ایسی کہین جو بظاہر معاد کے مخالف تھین، فرقۂ باطنیہ مین بعض لوگ اوسکی رائے کے قائل ہین اور اس کے مذہب کے مقلد ہین چنانچہ اہل قرطبہ مین محمد بن عبد اللہ الجبلی الباطنی اس کے مذہب کی طرف خاص طور پر منسوب ہے، وہ اس کے فلسفہ کا شیدائی تھا اور ہمیشہ اس کا درس دیا کرتا تھا[3]،

مذہب صفات مین ابوالہذیل بصری نے بھی اسی کا مذہب اختیار کیا ہے[3]، مسعود بن ابی محمد بظاہر معتزلی المذہب تھا، لیکن درحقیقت حکمار کے عقائد کا معتقد تھا[4]،

ہم نے یہ چند مثالین بطور نمونہ کے صرف ایک کتاب اخبار الحکمار سے نقل کر دی ہین، ورنہ یہ کتاب اس قسم کی مختلف معلومات سے لبریز ہے، اور طبقات و تراجم کی کتابون مین اس قسم کی ضمنی معلومات کا کافی ذخیرہ موجود ہے، اس لیے اگر کوئی شخص، اسلامی علوم و فنون، اسلامی تمدن، اور اسلامی اخلاق و معاشرت کی تاریخ لکھنا چاہے تو صرف ان کتابون کی مدد سے نہایت صحت و جامعیت کے ساتھ لکھ سکتا ہے، ان کتابون مین اگرچہ تمام طبقات اسلامیہ کے علمی و تمدنی اور اخلاقی کارنامے خود بخود

---

[1] اخبار الحکما، تذکرہ جبرائیل [2] کتاب مذکور تذکرہ نظیف النفس [3] ر تذکرہ ابیذقلیس، [4] ایضاً تذکرہ مسعود بن ابی محمد،

متفرق طور پر آجاتے ہین، تاہم بعض تذکرہ نویسون نے خصوصیت کے ساتھ اس کا لحاظ رکھا ہے، اس لیے اونکی کتاب اس قسم کے علمی اور تاریخی نکات کا بہترین مجموعہ بنگئی ہے، مثلاً علامہ تاج الدین سبکی کی طبقات الشافعیہ کا مقصد تراجم کے علاوہ اسی قسم کی معلومات کا جمع کرنا ہے، چنانچہ وہ خود طبقات الوسطی مین لکھتے ہین :-

ہم نے اس فن مین ایک مبسوط کتاب لکھی ہے، جو اپنے مقاصد پر نہایت جامعیت کے ساتھ حاوی ہے، کیونکہ ہم نہایت مناسب طریقہ پر کسی آدمی کا تذکرہ لکھتے ہین، مثلاً اگر ایک شخص ایسا ہے کہ اس پر فقہ غالب ہی، اور روایت حدیث اُس سے کم ہے تو ہم نہایت کوشش سے اوسکی حدیثین نکالتے ہین، بسا اوقات بعض لوگون کے حالات مین ہم کسی عظیم الشان واقعہ کا ذکر کرتے ہین تو اوسکی شرح وتفصیل بھی کر دیتے ہین، ان باتون کے ساتھ یہ کتاب، حکایات، اشعار، اور لطائف ونوادر سے خالی نہین ہے، اس کتاب سے ہمارا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کے حال مین ہم ایسے عجیب وغریب مضمون کا جسکی طرف وہ گیا ہے، یا کسی ایسی وجہ ضعیف کا جو اوسکی طرف منسوب کیگئی ہے، یا کسی ایسے عجیب مسئلہ کا جس کو اوس نے اپنی کسی کتاب مین بیان کیا ہو یا اُس کے متعلق بیان کیا گیا ہے، ذکر کرین اور یہ معلوم ہے کہ یہ ایک ایسا مقصد ہے کہ جب تک ایک زمانہ نہ صرف کر لیا جائے، اور سخت تحقیقات نہ کیجائے وہ حاصل نہین ہو سکتا، بعض اوقات اکثر لوگون کے درمیان مناظرے پیش آگئے ہین، اس لیے جس طور پر وہ واقع ہوئے ہین ہم نے اسی طریقہ پر انکی تفصیل کی ہے، اور اُس کے پیش آجانے کا سبب بتایا ہے، میرا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک حدیث فقہ اور ادب کی کتاب بن جائے،[1]

اس کے بعد اونھون نے اُن تمام کتابون کے نام گنائے ہین جو ان کے زمانے تک علمائے شافعیہ

---

[1] کشف الظنون جلد ۲ صفحہ ۹۱،

کے حالات مین لکھی گئی تھین، اوران سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اونھون نے اس کتاب کو کس وسعت، کس جامعیت اور کس تحقیق کے ساتھ لکھا ہے،

(۳) فن طبقات پر جو کتابین لکھی گئی ہین ان کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ زمانے نے مسلمانون کی علمی تاریخ اور علمی حالات مین کسقدر انقلاب پیدا کر دیا ہے، مثلاً اس زمانے مین نحوی اوس شخص کو کہتے ہین جو نحو کی چند کتابون کا عالم ہو، بلکہ صرف کافیہ اور اوس کے شروح وحواشی کی مہارت تامہ بھی ایک شخص کو فن نحو کا ایک جید عالم بنا سکتی ہے، لیکن قدیم زمانے مین نحوی اوس شخص کو کہتے تھے جو لغت، ادب، امثال اور اشعار عرب کا سب سے بڑا حافظ ہوتا تھا، چنانچہ اس موقع پر ہم بعض نحاۃ کے حالات نقل کرتے ہین جن سے اندازہ ہوگا کہ امتداد زمانہ نے ہماری علمی حالت کس قدر بدل دی ہے،

محمد بن علی بن یوسف قرآن مجید مین عالی الاسناد اور اپنے زمانے مین لغت کا عالم تھا، وہ کہتا تھا کہ مین لغت کو دو طریقے سے جانتا ہون، ایک یہ کہ اس کے معنی اور شاہد دونون کو جانتا ہون اور دوسرے یہ کہ اوس کو کیون کر بولتا ہون،

محمد بن علی بن ہانی عربیت کا بہت بڑا امام، اور لوگون کے اقوال کا حافظ تھا، اور دلائل اوس کے پاس موجود رہتے تھے، اور علم ادب کا سرچشمہ تھا،

محمد بن سلیمان مین مختلف فضائل جمع تھے، اور ہر فن مین کافی مہارت رکھتا تھا، نحو، لغت اخبار الامم اور اشعار کے ساتھ اقلیدس اور ہندسہ کے حل کرنے مین بھی کافی دستگاہ رکھتا تھا،

طاہر بن احمد فنون عربیت اور فصاحت زبان مین نہایت مشہور تھا عراق مین موتی کی تجارت کرنے آیا، اور وہان کے علماء سے علم حاصل کر کے مصر گیا اور دفتر مراسلات مین ملازمت کرلی، اوس کا کام صرف یہ تھا کہ دفتر سے جو خطوط جاری ہوتے تھے اون مین، ہجے، نحو یا لغت کی جو غلطیان ہوتی تھین اونکی اصلاح کرتا تھا[1]،

[1] بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کے ملکی دفتر کس قدر باقاعدہ ہوتے تھے صرف نحو ہی کی خصوصیت نہین بلکہ ہر زمانے مین علمائے اسلام کے جو حالات لکھے گئے ہین اگر اون کو بالترتیب پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہوسکتا ہے کہ درجہ بدرجہ اسلامی علوم وفنون کی تاریخ مین کسقدر تنزل پیدا ہوگیا ہے، قدیم زمانہ کے علمار کے لیے تصنیف وتالیف ایک نہایت ضروری چیز تھی، اور تقریبًا ہر عالم کے حال مین اونکی کسی نہ کسی کتاب کا نام ضرور آتا ہے، اکثر لوگ توصرف ایک دو کتابون پر قناعت نہین کرتے تھے بلکہ کتابونکا ایک عظیم الشان ذخیرہ فراہم کردیتے تھے، اگر آج یہ تمام کتابین ہمارے ہاتھ آجائین تو اُن سے موجودہ سرمایہ علمیہ کو قطرہ و دریا کی نسبت ہوگی، لیکن آج یہ کتابین اور آج ایسے علمار کہان ہین؟

(۴) فن تراجم وطبقات کے ذریعہ سے ایک اور طریقہ سے بھی مسلمانون کی علمی تاریخ کے مدارج ایجادات واختراعات، اور تغیرات وانقلابات کا حال معلوم ہوسکتا ہے، مثلًا جس طرح مختلف قومون، مختلف ملکون، اور مختلف زمانون کے اخلاق وعادات مختلف ہوتے ہین، اسی طرح اونکی دماغی حالتین بھی مختلف ہوتی ہین، اس لیے ایک علم جب کسی ملک کسی قوم، یاکسی خاص دور سے منتقل ہوکر کسی دوسرے ملک یا دوسری قوم یا دوسرے زمانے مین جاتا ہے تو اوس مین خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ تغیر وانقلاب پیدا ہوجاتا ہے، اور فن طبقات وتراجم کے ذریعہ سے ان انقلابات وتغیرات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے، کیونکہ مسلمانون نے مختلف ملکون، مختلف قومون اور مختلف زمانون کے لوگون کے حالات مین الگ الگ کتابین لکھی ہین، چنانچہ ہم اس موقع پر ان مین چند کتابون کے نام درج کرتے ہین،

طبقات الخواص	اس مین صرف مشائخ یمن کا حال درج ہے،
یتیمۃ الدہر فی محاسن شعرار العصر	اس مین صرف ہمعصر شعرار کا حال ہے،
دمیۃ القصر وعصرۃ اہل العصر	″
زینۃ الدہر فی لطائف شعرار العصر	″

کتاب الانموذج لابن رشیق،	شعرار قیروان کے حالات مین ہے،
طبقات الشعرا لعثمان ابن ربیعۃ الاندلسی	شعرار اندلس کے حالات مین ہے،
اخبار قضاۃ مصر واذیالہ	قضاۃ مصر کے حال مین
اخبار قضاۃ بغداد	قضاۃ بغداد کے حال مین
اخبار قضاۃ البصرہ	قضاۃ بصرہ کے حال مین
اخبار قضاۃ قرطبہ	قضاۃ قرطبہ کے حال مین

اوران کتابون کے ذریعہ سے مختلف قومون، مختلف ملکون اور مختلف زمانون کے بہت سے علمی کارنامے معلوم ہوسکتے ہین،

(۵) اسلام مین امرار وسلاطین کے گروہ کو یورپین مصنفین نے خاص طور پر بدنام کیا ہے، اور اونکی عیاشی وسیہ کاری اور غفلت شعاری کی داستان کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، ہماری عام ملکی تاریخون کا یہ انداز ہے کہ مسند نشینی، عمال کے رد وبدل، اور جنگ وجدال کے واقعات کو تو نہایت پھیلاکر لکھتے ہین لیکن امرار وسلاطین کے تدبر، انتظام، سیاست، اخلاق وعادات اور عام ملکی بہبودی کے واقعات کا کوئی خاص باب نہین باندھتے بلکہ آخر مین نہایت اجمال کے ساتھ ان تمام چیزون کا بھی ذکر کر دیتے ہین بعض درباریون نے بے شبہہ خاص خاص بادشاہون کے جو حالات لکھے ہین اون مین اونکی تمام اخلاقی ملکی اور علمی خصوصیات کے لیے الگ الگ عنوان قائم کیے ہین، لیکن اولاً تو اس قسم کی تاریخین صرف چند بادشاہون کی لکھی گئی ہین، دوسرے ان مین خوشامد وتملق کا سوء ظن باقی رہتا ہے، اس لیے ملکی تاریخون سے یورپین مورخین کا یہ اعتراض نہین اوٹھ سکتا، لیکن طبقات وتراجم کی کتابون سے یہ کمی بہت کچھ پوری ہوجاتی ہے، اسلام مین بہت سے امرار وسلاطین، امیر اور بادشاہ ہونے کے ساتھ فقیہ، متکلم، حکیم، شاعر اور عالم ہوئے ہین، اس لیے اس حیثیت سے طبقات کی کتابون مین اون کا ذکر آیا ہے،

اور اُن کے علمی کارنامے نمایان کیے گیے ہین، ان بادشاہون نے علمار، فقہا، حکمار، اور شعرار کے ساتھ صحبتین رکھی ہین، اون کے ساتھ علمی مباحثے کیے ہین، ان پر نکتہ چینیان کی ہین، ان کے وظائف مقرر کیے ہین بہ کثرت شفاخانے، رصد خانے اور مدرسے قائم کئے ہین اور بہ کثرت اطبار، حکمار، اور علمار کو اونکی نگرانی اور انتظام کے لیے مقرر کیا ہے، اکثر کتابون کے لکھنے کی فرمایشین کی ہین اکثر کتابون کو خود علمار نے اون کے نام پر معنون کیا ہے، اور اس قسم کے واقعات ہماری ملکی تاریخون مین نہین مل سکتے بلکہ طبقات و تراجم کی کتابون مین انھی اطبار، حکمار، علما اور شعرا کے حالات مین ضمنی طور پر مل جاتے ہین، اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے امرار و سلاطین صرف عیاشی اور سیہ کاری مین مشغول نہین رہتے تھے، بلکہ انھون نے سینکڑون علمی، تمدنی اور اخلاقی کام کیے ہین، اور ایشیار کا گوشہ گوشہ ان کے ان احسانات کی یادگارون سے لبریز ہے،

(۷) ہر قوم مین مورخین کی ایک جماعت ہوتی ہے، اور خود اسلام مین بھی مورخین کی ایک جماعت موجود تھی لیکن فن طبقات و تراجم کا یہ خاص احسان ہے کہ اس نے مسلمانون کی ہر علمی جماعت کو ایک حد تک مورخ بنا دیا، مثلاً فقہار نے فقہار کے حالات لکھے، حکمار نے حکمار کے حالات قلمبند کیے، شعرار نے شاعرون کے حالات مین کتابین لکھین، صوفیہ نے صوفیون کے حالات کو لکھا، غرض اس فن نے مسلمانون کی ہر علمی جماعت کو مورخ بنا دیا، یہی وجہ ہے کہ اخیر دور مین جب مسلمانون کی تمام علمی طاقتون مین زوال آگیا، صرف یہی ایک فن زندہ رہگیا، اور مولوی غلام علی آزاد وغیرہ نے علما، و شعرار کے حالات مین متعدد تذکرے لکھے، اور آج بھی یہ ذوق مسلمانون مین قائم ہے،

(۸) غرض فن طبقات و تراجم علم تاریخ کی ایک ایسی شاخ ہے، جس کے ذریعہ سے مسلمانونکی علمی، تمدنی، اور اخلاقی تاریخ کے تمام ابواب کے قائم کرنے مین کافی مدد مل سکتی ہے اور ہماری ملکی تاریخون مین جو کمی ہے، وہ ان کے ذریعہ سے پوری ہو سکتی ہے، البتہ موجودہ مذاق کے مطابق اس فن پر صرف یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اس مین حالات اس قدر اختصار کے ساتھ مذکور ہوتے ہین کہ ان سے بالکل تشفی نہین ہوتی

اوران کے ذریعہ سے کسی شخص کی مستقل سوانح عمری نہین لکھی جاسکتی، لیکن اوّلاً تو علما وحکمار کے حالات ہی نہایت مختصر ہوتے ہین، پیدا ہوئے، تعلیم پائی، تعلیم دی، کتابین لکھین، کسی مدرسہ یا دربار مین ملازم ہوئے، وفات پائی، اور فلان مقام پر مدفون ہوئے، یہی ان لوگون کے حالات ہین اور یہ تمام حالات فن طبقات کی کتابون مین مل جاتے ہین، ثانیاً یہ کہ اس زمانے مین حالات سے زیادہ لوگون کے کارنامون پر ریویو کیا جاتا ہے اور یہی حصّہ اس زمانے کی بہترین سوانح عمریون کا خاص حصّہ خیال کیا جاتا ہے لیکن قدیم زمانے مین تنقیدی تاریخ نے اس قدر ترقی نہین کی تھی تاہم انہی کتابون سے یہ کمی مختلف حیثیتون سے پوری کیجاسکتی ہے مثلاً ایک شخص کے متعدد شیوخ، اساتذہ، معاصرین اور ہمدرس ہوتے ہین، وہ مختلف لوگون سے تعلقات رکھتا ہے، اسی طبقہ مین سے ایک جماعت اوسکی مخالف ہوتی ہے اور اس پر نکتہ چینی کرتی ہے اور چونکہ ان تمام لوگون کے حالات طبقات کی کتابون مین ملتے ہین، اس لیے اگر اُس کے ساتھ ان لوگون کے حالات کا بھی مطالعہ کیا جائے تو بہت سی باتین ایسی مل جاتی ہین جن سے موجودہ طرز پر اوسکی سوانح عمری کے مرتب کرنے مین مدد ملتی ہے، بہرحال باوجود اس کمی کے اس شاخ کو تاریخ سے الگ کرکے نظرانداز نہین کیا جاسکتا بلکہ اگر یہ صحیح ہے کہ اسلام دنیا مین صرف مذہب، علم اور اخلاق کی اشاعت کے لیے آیا تھا تو مسلمانون کی حقیقی تاریخ کا لقب اسی شاخ کو دیا جاسکتا ہے،

مترجمات

معرکۂ علم و مذہب

نوشتہ:

مترجمہ: مولوی خواجہ عبدالواحد صاحب ندوی پروفیسر مشن کالج کانپور

ڈریپر کی مشہور کتاب "معرکۂ مذہب سائنس" کے نام سے ہماری زبان مین منتقل ہو چکی ہے، استاذ مرحوم نے اسلامی حیثیت سے الندوہ مین اُس پر ریویو لکھا تھا لیکن ضرورت تھی کہ اس کے نظریات پر تحقیقات جدیدہ کی روشنی پر نظر ڈالی جاتی، ابھی حال مین مسٹر تھامسن ڈن نے انگریزی کے مشہور مذہبی و فلسفیانہ رسالہ "کویسٹ" (ماہ اپریل ۱۹۲۱ء) مین اسی حیثیت سے اس پر ایک مفصل تبصرہ لکھا ہے،

شاید ہندوستان کا حلقۂ علم و نظر ہمارے دوست مولوی خواجہ عبدالواحد صاحب ندوی (سابق سب اڈیٹر الہلال و البلاغ کلکتہ) کا نام انکی غیر متوقع لیکن مستقل خاموشی کی بنا پر ذہن سے بھلا چکا ہو، حالانکہ اون کے مضامین و منشآت انکی دیرپا یادکے اب بھی ضامن ہین، عربیت کے کمال کے ساتھ اونکی انگریزی دانی اور فلسفۂ جدیدہ کے ساتھ ان کی خاص مناسبت طبع ہماری زبان کے نشو و نما مین بہت کچھ مفید اضافہ کی توقع دلاتی تھی، مگر چند سال سے ان کے مطالعہ اور استفادۂ علم کا ذوق ان کے انتشار اور افادۂ علم کے ذوق پر غالب آگیا ہے،

چند مہینے ہوئے کہ وہ بچری مین دارالمصنفین کے اپنے قدیم احباب سے ملنے چلے آئے، لیکن اس احاطہ کی آب و ہوا کے خواص سے ان کو واقفیت نہ تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی دو دن کے بعد قلم دوات سے پرانے ٹوٹے ہوئے عہد محبت کی تجدید پر وہ مجبور ہو گئے، اور "معرکۂ مذہب و سائنس" تبصرہ



مذکور کو اونھون نے اردو کا لباس پہنایا، ترجمہ کی خوبی اور اصطلاحات کی موزونیت، انکی استعداد و قابلیت کی خود نقیب ہی، اس لیے مدیر کے قلم کو کچھ زیادہ اونکے تعارف کی حاجت نہین،

ڈریپر نے اپنی مشہور و معروف کتاب مین علم و مذہب کی معرکہ آرائی کو علم و جہل یا روشن خیالی و توہم پرستی کی معرکہ آرائی کی حیثیت سے پیش کیا ہی چنانچہ اس نے تقریباً دو ہزار سال کی تاریخ پر تبصرہ کرکے پیشوایان مذہب کے متعصبانہ عہد حکومت اور علم کے فیاضانہ دور فرمانروائی کا ایک موثر پیرایہ مین مقابلہ کیا ہے، اس مقابلہ کی رو سے ایک نادانی، جرم اور سنگدلی کا دور ہے، دوسرا دانشمندی، آزادی اور خوشحالی کا زمانہ ہے، اور علم کا عصائے سحرکار نوع انسانی کو پیشوایان مذہب کی غلامی سے آزاد کرکے جدید خیالات کی صاف و روشن فضا مین لایا ہے، یہ بحث بظاہر ایسی معقول معلوم ہوتی ہے کہ جس زمانہ مین یہ کتاب شایع ہوئی تھی اُس وقت یقیناً اس نے بہت سے لوگون کو اپنا ہم آہنگ بنا لیا ہوگا،

لیکن جس موضوع پر ڈریپر نے قلم اٹھایا تھا اس کے متعلق اس زمانہ مین معلومات کا بہتر ذخیرہ موجود نہ تھا، عہد ملکہ وکٹوریہ کے درمیانی زمانہ مین انسان اور انسانی تمدن کی قدامت کے متعلق جو رائے عام طور پر قائم کی گئی تھی وہ اب تقریباً جاہلانہ معلوم ہوتی ہی ایک طرف تو اہل کلیسا کا یہ عقیدہ تھا کہ دنیا کی عمر چھ ہزار سال ہی اور تقریباً تمام انسانی تہذیب کا آغاز ستر سو برس بعد حضرت نوح اور اونکی اولاد کے زمانہ سے ہوا ہے دوسری طرف اگرچہ ارباب علم کا یہ خیال تھا کہ بندر کے درجہ سے ترقی کرنے کے بعد انسان کو ابتدائی وحشت کی منزل طے کرنے مین زیادہ وقت نہین لگا لیکن تمدن کے زمانۂ آغاز کے متعلق ان کا بھی وہی خیال تھا جو اہل کلیسا کا تھا، اس لیے ڈریپر نے اس مسئلہ کے متعلق جو رائے قائم کی وہ قدرتاً اپنے زمانہ کی عام رائے کے مطابق قائم کی چنانچہ اس نے یہ فرض کیا کہ

(۱) جمعیۃ جستجوے حق لندن کے جلسہ منعقدہ اکتوبر ۱۹۲۲ء مین مس برون صاحبہ نے علم و مذہب کی معرکہ آرائی کے متعلق ایک مضمون پڑھا تھا جس کا ترجمہ جزئی تصرف کے ساتھ درج ذیل ہے ترجمہ مین

جہان جہان لفظ علم آیا ہے اس سے علم طبیعی (سائنس) ہے،

(۲) پچاس ہزار برس پہلے انسان کی حالت بندر کی سی تھی، اس درجہ سے ترقی کے بعد پینتیس ہزار برس تک وحشت کی حالت رہی، وحشت کا دور ختم ہوا تو بربریت (نیم وحشت م۔) کا دور جو تقریبًا دس ہزار برس تک قائم رہا، اس کے بعد نسبتًا ترقی یافتہ نسلون نے تمدن کے میدان مین قدم رکھا، رفتہ رفتہ توہم پرستی کے جنگل خیال آرائی کے صحرا مین، اور بالآخر علم کے سبزہ زار تک پہنچین لیکن قدیم زمانہ مین عام فہم کے بعض فوری، شدید مگر عارضی مظاہر کو بڑے سولھوین صدی عیسوی تک انسان کی قدیم غلط اندیشیان قائم رہین یہان تک گلیلیو اور نیوٹن کی بدولت علم کا آفتاب طلوع ہوا اور اسکی روشنی مین انسان نے اول مرتبہ ایک ذی عقل ہستی کی حیثیت سے اپنے مرتبہ کا دعویٰ کیا،

مگر یہ خیال مابعد کے اکتشافات اور مکمل تر معلومات کی بنا پر غلط ہے کیونکہ یہ اب پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ اول تو انسان کے آباؤ اجداد بندر نہین، اس کے علاوہ موجودہ مغربی وضع کے انسان کی عمر بھی کم از کم پانچ لاکھ سال ہے، لیکن صرف اتنا ہی، فن تحریر کے متعلق گو ایک زمانہ تک فرض کیا جاتا رہا کہ اس کا ہومر کی دنیا کو علم نہ تھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ زمانۂ تاریخ سے قبل اہل بابل، اہل مصر، پولی نی شیائی نسل کے وحشیون کے اسلاف بلکہ شاید قدیم دور حجری کے انسان بھی اس فن سے واقف تھے، علی ہذا دو آبہ دجلہ و فرات، وادی نیل و نیز دیگر مقامات مین آثار قدیمہ کی تحقیقات سے یہ امر بھی ثابت ہو گیا ہے کہ ڈریپر اور اس کے ہمعصر جس زمانہ کو تمدن کا زمانۂ آغاز سمجھتے ہین اس سے بہت قبل سب سے شاندار تمدن پیدا ہوئے، اوج ترقی تک پہنچے اور اس کے بعد ایسے مٹے کہ طاق نسیان کے نقش و نگار ہو گیے، غرض عہد ملکہ وکٹوریہ کے ارباب فکر تو یہ سمجھتے تھے کہ گریلا نام بندر سے لے کے مغربی وضع کے انسانون تک نوع انسانی نے بخط مستقیم ترقی کی ہے لیکن ہمین یہ نظر آتا ہے کہ اس راستہ مین پیچ و خم کا ایک وسیع سلسلہ ہے جو درمیانی نشیب و فراز سے گذرتا ہوا انیسوین صدی عیسوی مین اپنے ارتقا کی بلند ترین منزل

تاسیس کیا ہے۔

علم و مذہب کی معرکہ آرائی مین ایک پہلو ایسا ہے جسے اگرچہ ڈریپر نے قلم انداز کر دیا ہے لیکن یہ علم الاقوام کے نقطۂ نظر سے خاصا اہم ہے ہم یہ تسلیم کیے لیتے ہین کہ تمام علوم زمانۂ حال کی ایجاد ہین لیکن انکے مقابلہ مین مذہب یقیناً زمانۂ قدیم کی ایجاد ہے، بیشک کیمیا، علم الحیات، اعلیٰ ریاضیات وغیرہ حال ہی مین پیدا ہوئے ہین مگر ہندوستان، چین، عراق، مصر، وغیرہ قدیم ممالک مین مذہب کا سراغ آغاز تاریخ سے بہت پہلے ملتا ہے، نسبتاً جدید مذاہب مین بھی یہودیت کی عمر ۳۵۰۰، بدھ مت کی ۲۵۰۰، عیسائیت کی ۲۰۰۰ اور دنیا کے جدید ترین مذہب اسلام کی ۱۳۰۰ سال ہے، ہجرت کے بعد سے ایک مذہب، بلکہ ایک مذہبی نظریہ یا اکتشاف بھی ایسا پیدا نہ ہو سکا جو اس نام کا بجا طور پر مستحق ہوتا، اس میدان مین جدید دنیا کا صرف یہ کارنامہ ہے کہ اس نے یا تو قدیم مذاہب کی مضحکہ انگیز نقالی کی، یا ان کے بجائے ایسی چیزین پیش کین جن پر کسی نے سنجیدگی سے توجہ نہ کی، قدیم دنیا کو اگرچہ خود دو کارٹون یا نفوذ کن شعاعوں کی خبر نہ تھی لیکن اس نے جو تمدن پیدا کیا وہ ادنیٰ درجہ کا نہین، اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ معنی مین علم انسانی ترقی کے لیے ناگزیر نہین نیز یہ کہ آج جسے "علم صحیح" کہتے ہین اس کے یکسر عدم اور ایک اعلیٰ تمدن کے وجود کا اجتماع ممکن ہے، اس بنا پر ہمارا یہ شک بیجا نہین کہ علم (خود ستایانہ) دعووں کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیگئی ہے، تیس ہزار برس تک دخانی کل، غیر دستی کرگہ اور لاسلکی تار کے بغیر دنیا کا کام چلتا رہا، اسی زمانہ مین علمی دنیا کے تین سب سے بڑے کارنامے یعنی اظہار خیال کا ذریعہ، زبان، ایجاد، کاشتکاری کا طریقہ دریافت اور آگ کا استعمال شروع ہوا، اس کے علاوہ شاعری، ادب، فلسفہ، عمارت سازی اور سنگتراشی مین ایسی ترقی ہوئی کہ آج اس سے گوئے سبقت لیجانے کی کوشش لاحاصل ہے، یہ تمام ایجادین استقرائی علوم کی مدد کے بغیر ہوئین مگر اس کے مقابلہ مین کیا ایک مثال بھی ایسی پیش کیجا سکتی ہے جس مین انسانی جمعیت عرصہ تک مذہب کی دستگیری کے بغیر قائم رہ سکی ہو؟۔ اس پہلو پر ڈریپر کی

نظر اس لیے نہ جاسکی کہ وہ مذہب کو توہم پرستی کے مرادف سمجھتا تھا، اور علم الاقوام اس وقت تک عہد طفلی مین تھا، چنانچہ اس زمانہ کے اور اہل نظر بھی مذہب کو انسانی اور اس تقریب سے علم و تمدن کی بنیاد تسلیم کرنے کیلیے تیار نہ تھے، بیشک اکابر علماء یعنی ہیگل یا شیلنگ کے سے جلیل القدر فلاسفہ، کو اس باب مین شک نہ تھا لیکن عہد ملکہ وکٹوریہ کے اہل قلم کو یقین تھا کہ قرویت (ایڈم) سے وحشت تک صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے اس لیے قدرتاً یہ لوگ مذہب کو بہت ہی حال کی ایجاد سمجھتے تھے بلکہ ان لوگون کے (بے سروپا دم) قصون کو باور کرتے تھے جو صرف مافوق الفطرت عقائد سے بے بہرہ نہ تھے بلکہ اپنے مافی الضمیر کے ادا کرنے سے بھی عاجز تھے، لیکن اب پھر وہی قدیم رائے صحیح تسلیم کی جاتی ہے (جس کے باطل ہونے کا قطعی فیصلہ کیا جاچکا تھا م:) جن اقوام کے حالات ہمین کچھ بھی معلوم ہین مثلاً اقوام مذکور ویدہ، اہل مصر، اہل بابل، اہل پیرو، ان کے بالکل ابتدائی زمانہ مین بھی مذہب کا شدید جذبہ جلوہ گر نظر آتا ہے، رابرٹ اسمتھ نے بالکل ابتدائی زمانہ مین سامی جماعت کی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے اسے پڑھکر یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس مرقع مین جو جماعت نظر آرہی ہے اسکی بنیاد مذہب پر ہے، یہی منظر آج بھی وحشی اقوام مین نظر آتا ہے، اس مسئلہ مین قدیم ملک کی موجودہ سب سے بڑی یادگار سرج۔گ۔ فرزیر صاحب ہین لیکن جناب موصوف تک یہ امر تسلیم کرتے ہین کہ معاشرتی نظامات کی سب سے زیادہ ترقی اسٹریلیا کے انہی حصون مین ہوئی جہان مذہب کے جراثیم موجود تھے، وادی نی اینڈرنال (واقع پردشیام) کے باشندون کی حالت موجودہ وحشیون سے بدرجہا زیادہ پست تھی لیکن ان کے پس ماندہ آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد انسان کی روح باقی رہتی ہے، ان تمام حالات کی بنا پر ہم بے تکلف یہ کہہ سکتے ہین کہ مذہب بھی اسی زمانہ سے موجود ہے، جب سے انسانیت موجود ہے،

مذہب کے متعلق ایک زمانہ تک یہ خیال تھا کہ اس کا سرچشمہ خوف ہے لیکن اب یہ امر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ قدیم مذاہب کا محرک صرف خوف ہی نہین بلکہ محبت بھی ہے، وحشیون کے دیرینہ عقائد سے

گہری واقفیت حاصل کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی راسخ الاعتقاد عیسائیون کی طرح نظریۂ تنزل کے قائل ہین چنانچہ ان کا یہ خیال ہے کہ خدا ہمیشہ سے اپنے بندون پر مہربان ہے، لیکن بندون نے ایسی بداعمالیان کین کہ آخر جلاوطن کیے گیے، اسی جلاوطنی کے زمانہ مین ان پر خبیث ارواح کا تسلط ہوا جن کے راضی رکھنے کی کوشش کرنا عین مقتضائے دانشمندی ہے، ٹیلر کے زمانہ مین عام طور پر لوگون کو یقین تھا کہ مذہب واخلاق کے سرچشمے مختلف اور یہ دونون اتفاقاً (نعوذ باللہ،) بانیان مذاہب کی چالاکی سے موجودہ مذہب کی شکل مین متحد نظر آتے ہین لیکن اب اس غلط فہمی کا پردہ بھی چاک ہوگیا ہے، اور یہ امر عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ مذہب واخلاق کا تعلق غیر منفک ہے بلکہ درحقیقت اخلاقی قانون مین جواز وعدم جواز کی بنیاد یہی مذہب ہے،

مذکورہ بالا حالات کی بنا پر تو یہ پروفیسر تھی ایسے سطحی النظری کا مجرم قرار دینا چاہئے جو اس کے زمانہ مین علمی مضامین پر خامہ فرسا مصنفین کی مابہ الامتیاز خصوصیت ہے، اس کے دل مین یہ شک بھی نہ پیدا ہوا بلکہ نہ ہوسکا کہ مین جس چیز کی اس بے دردی سے دھجیان اڑا رہا ہون وہ کہین اس شے کا سنگ بنیاد تو نہین جس کی مین اس جوش سے قدردانی کرنا چاہتا ہون کیونکہ اگر انسانی جمعیت کا مذہب کے بغیر بقار ممکن نہین تو علم کا بقا اور بھی ناممکن ہوگا مختصر یہ کہ انسان ہوائی جہاز، لاسلکی تار اور اعلیٰ ریاضیات سے دست بردار ہوسکتا ہے لیکن مذہبی عقائد اور اخلاقی دستور العمل کا سررشتہ ہاتھ سے نہین چھوڑ سکتا ورنہ دفعتاً اسکی حالت کتون سے بدتر ہوجائے۔

علم ومذہب دونون انسان کی توجہ اپنی اپنی طرف منعطف کرنا چاہتے ہین، ان دو حریفون کی بعض مابہ الافتراق خصوصیات پر اگر ہم ایک نظر ڈال لین تو ان کی معرکہ آرائی اچھی طرح ہماری سمجھ مین آسکتی ہے، بعض خصوصیات تو بالکل ظاہر مثلاً مذہب ایک اخلاقی اور علم ایک غیر اخلاقی نظام ہے، مذہب کے نقطۂ نظر سے ضمیر اور حقوق العباد سب سے اہم ہین، لیکن علم کو، اگرچہ خود اس کا دارمدار صداقت

شعاری کے اخلاقی فرض پر ہے، اخلاق کی سرمو پروا نہین بلکہ بعض اس کے ایسے علمبردار جو فلسفہ و علوم طبعی کے جامع ہین اور بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین، ان کے نزدیک اخلاقی قدر و قیمت کا لحاظ حق محض کے حصول مین سنگ راہ ثابت ہوتا ہے، علم کا معیار کم اور مذہب کا معیار کیف ہے، علم ہر شے کی مو بمو پیمائش کرنا چاہتا ہے لیکن مذہب کو اوسکی ذرا بھی پروا نہین، وہ یہ معلوم کرنا نہین چاہتا کہ الف، ب سے بڑا ہے یا چھوٹا بلکہ یہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ الف ب سے بہتر ہے یا بدتر، علم مشاہدہ و استقرار سے کام لیتا ہے لیکن مذہب ان اصول کو انسان کی زندگی پر منطبق کرتا ہے جو اس کے خیال مین قلب انسانی مین ودیعت ہین، علم کو کائنات مین صرف ایک ارادہ و فہم سے معری قانون نظر آتا ہے لیکن مذہب یہ محسوس کرتا ہے کہ اس طلسم آرائی سے خالق کائنات کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے، علم انسان کی مجبوری کا قائل ہے مذہب اختیار کا، مذہب کے نزدیک انسان کا ارادہ سب سے بڑی چیز ہے، علم کے نزدیک دنیا کی ہر شے کسی نہ کسی گزشتہ سبب کا نتیجہ ہوتی ہے، علم کا تعلق حواس سے ہے مذہب کا باطنی اذعان سے، اسی لیے بسا اوقات یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محسوسات سے انکار کررہا ہے، یہ آخری فرق ایسا اہم ہے کہ اس پر کسی قدر تفصیل سے غور کرنا چاہیے۔

علم کا دارمدار چونکہ تمامتر حواس کی شہادت پر ہے اس لیے اسے دوسرون کی سند سے نفرت ہے علم جن لوگون کو ماہر لقب دیتا ہے ان کی رائے کی بنیاد ایسی چیزون پر ہوتی ہے جو ہر تحقیق خواہ کو دستیاب ہوسکتی ہے ورنہ ان کی رائے کی ذرہ بھر وقعت نہ ہو لیکن مذہب کی حالت اس کے برعکس ہے، وہ محسوسات خارجی کی تصدیق کا محتاج نہین، اس کے عقائد کی بنیاد ایسے اشخاص کے اقوال پر ہوتی ہے جن کے متعلق مختلف اسباب کی بنا پر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ ان کی رسائی اس منزل تک ہوچکی ہے جہان معمولی تشنہ لب تحقیق کا پہنچنا ناممکن ہے، اس کے پاس بانیان مذہب کے علاوہ کوئی بیرونی دلیل نہین ہوتی، اس لیے علم کے واسطے سند لازمی لیکن علم کے ساتھ اس کا جمع ہونا ناممکن ہے، اس موقع پر ایک عام غلط فہمی کا رفع کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے جو مذاہب الہامی کہلاتے ہین صرف انہی کی نہین بلکہ تمام مذاہب کی

بنیاد سند پر ہے اس لیے اگر ہم بعض بخیال نظریین کی طرح یہ فرض کرنا چاہتے ہین کہ مختلف مذاہب مین سے
بعض یا سب عوام کے خیالات کا قدرتی ثمرہ ہین تو اس کے یہ معنی ہین کہ ہم مذہب کی حقیقت غلط سمجھ رہے ہین،
خال خال صورتون کے علاوہ جو شخص مذہبی عقائد کا قائل ہوتا ہے وہ اونکی تعلیم کسی نہ کسی زندہ یا مردہ انسان سے
حاصل کرتا ہے اور اپنے معلم کی سند پر وثوق رکھتا ہے جن مذاہب کے تاریخی حالات معلوم ہین، ان کے متعلق
بلا استثناء یہ معلوم ہوتا ہے کہ اونکی بنیاد کسی شخص واحد کی سند پر ہے اس لیے ہم قیاس و تمثیل سے کام لین
تو یہ کہہ سکتے ہین کہ جن مذاہب کے حالات معلوم نہین اونکی بھی کسی نہ کسی شخص کی سند پر بنیاد ہوگی۔ سر ج،
گ، فریزر صاحب لکھتے ہین

"جن عظیم الشان مذہبی تحریکون نے انسانیت کی تہ تک مین جنبش پیدا کر دی، ان کا آخری سرچشمہ
عوام کا نادانستہ اور کورانہ اتحاد عمل نہین بلکہ غیر معمولی دماغون کی دانستہ اور غور و خوض کے بعد کوشش
ہے" ان الفاظ مین عین حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے، البتہ نادانستہ اتحاد عمل اور دانستہ کوشش کا مقابلہ مغالطہ
سے خالی نہین، دنیا کی کونسی بڑی یا چھوٹی مذہبی تحریک عوام کے نادانستہ اور کورانہ اتحاد عمل سے پیدا ہوئی ہے؟
تاریخ یا تجربہ اوسکی ایک مثال بھی پیش نہین کر سکتا۔ مذہبی پیشوا یا اخلاقی مصلح کا وجود ہر زمانہ مین ضروری ہے
جس طرح کسی نظم یا تصویر کا وجود شاعر یا مصور کے وجود پر دلالت کرتا ہے اسی طرح مذہب خواہ وہ
کیسا ہی معمولی ہو اس کا وجود بانی مذہب کے وجود پر دلالت کرتا ہے، بیشک بعض بانیان مذاہب کے نام
امتداد زمانہ سے نسیاً منسیاً ہو گئے ہین لیکن جو شخص اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہتا ہے کہ ان مذاہب
کا کوئی بانی نہین وہ غالباً ہم کو یہ بھی یقین دلانا چاہتا ہے کہ اشوری آثار مین پتھر کی چٹانون پر جو ابھری
ہوئی تصویرین نظر آتی ہین یہ از خود بن گئی ہین کیونکہ ہمین ان سنگ تراشون کے نام معلوم نہین
جنھون نے یہ تصویرین بنائی ہین، اخلاقی فرضیت کا خیال اگرچہ انسانی فطرت مین موجود ہے لیکن اخلاقی
نصائح کو قبول عام اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ کسی مستند شخص سے سند قبول حاصل کر لیتی ہین اور

وحشت وتمدن دونون زمانون مین اونکی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے،

مذکورۂ بالا بیان سے ناظرین نے اندازہ کیا ہوگا کہ علم غیر اخلاقی اور جبریت پسند ہے، وہ ایک فہم و نظر سے معری قانون کا قائل ہے، اُس کا دارمدار حواس کی شہادت پر ہے، وہ ہر شے کو کمیت کے نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہتا ہے اس کا طریقۂ استدلال استقرا ہے، اسے سند سے نفرت ہے، اس کے مقابلہ مین مذہب اخلاقی اور قدریت پسند ہے، آفرینشِ عالم کا ایک مقصد سمجھتا ہے، اپنا دارمدار شخصی اذعان پر رکھتا ہے حواس کی شہادت سے کام نہین لیتا، اپنے استدلال مین قیاس سے کام لیتا ہے (یعنی جزئیات کو کلیات سے مستنبط کرنا چاہتا ہے م) سند اوسکی جان ہے، مختصر یہ کہ مذہب شخصی اور علم غیر شخصی ہے اور قدرتاً یہی ہونا چاہئے کیونکہ ایک جسم سے بحث کرتا ہے، اور دوسرا روح سے لیکن اگر روح اور جسم کے بجائے اس سے عام تر الفاظ یعنی ذات اور ماحول استعمال کیے جائین تو یہ نکتہ واضح ہوجائے کہ مذہب و علم کی معرکہ آرائی دراصل مدرکات خارجی اور مدرکات ذہنی کی باہمی نزاع یا بقول فلاسفۂ ہند عالم کی انا اور غیر انا مین تقسیم کی ایک شکل ہے، یہی بنیادی اختلاف ان تمام مابہ الاختلاف امور کا سرچشمہ ہے جن پر گذشتہ صفحات مین تبصرہ کیا گیا ہے اور اسی کے تحت مین وہ امور بھی داخل ہین جنکا اب ہم ذکر کرنا چاہتے ہین،

اگر کسی شخص سے یہ کہا جائے کہ علم اور مذہب کا فرق سنے البدیہہ بیان کرو تو وہ غالباً یہی کہیگا کہ ان مین سے ایک مقدس اور دوسرا غیر مقدس ہے، لیکن اوسکا یہ جواب بالکل صحیح ہے تقدس واقعی مذہب کی خصوصیت ہے، دنیا مین کوئی شے نہین جو مذہبی ہو اور مقدس نہ ہو، تقدس کا دائرہ مذہب تک محدود نہین بلکہ یہ وصف ان چیزون، مثلاً سامانِ آرایش، لباس، ظروف، مین بھی پایا جاتا ہے جو مذہبی اعمال مین کام آتی ہین، لیکن علم تقدس کے نام سے ناآشنا ہے، اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر شے کو تحلیل کرکے اس کے اصلی اجزا معلوم کیے جائین اور کیمیائی غیر کیمیائی ترکیب دریافت کرکے، قوت و مادہ کی عام اصطلاحات مین بیان کیا جائے، اس لیے علمی تحقیقات مین تقدس کا لفظ بے معنی ہے کیونکہ اوسکا

نصب العین اسرار فطرت کی مکمل اور علانیہ تشریح ہے بلکہ یہ جذبہ اس حد تک قوی ہے کہ زندگی بھی ان
ارباب تحلیل کی سرگرم جستجو و تجسس کی گستاخ دستیون سے محفوظ نہین، مذہب وعلم کے اس فرق سے ہم بخوبی
واقف ہین، لیکن اسکی وجہ سے یہ نکتہ ایک حد تک ہم سے نظر انداز ہو جاتا ہے کہ تقدس کی طرح اخفا
بھی مذہب کا ایک مابہ الامتیاز وصف ہے، اخفا اور تقدس مین بہت ہی قریب کا رشتہ ہے چنانچہ
(انگریزی مین م۰) ان کے تلفظ کی طرح ان کے معانی مین بھی گہرا تعلق ہے، مذہب کے علاوہ اور کوئی شے
ایسی نہین جس کی فطرت مین اخفا کی شان موجود ہو، مذہب ایک ایسا گہرا راز ہے کہ اس پر بحث ممکن نہین
یہ انسان کے سویدائے قلب کے اتنا قریب ہے کہ اوسکا بے نقاب ہو کے نظر کے سامنے آنا ناممکن ہے اوسکی طرف
زبان مبہم اشارے کر سکتی ہے لیکن صاف لب پر نہین لا سکتی، مذہب اس لیے راز ہے کہ یہ مقدس ہے،
اگر اوسکا ایک وصف تشریف لیجائے تو دوسرا بھی رخصت ہو جائے، روح انسانی کا اندرونی حصہ
ہی اس کائنات کا حقیقی راز ہے، انسان خواہ تنزل کی پست سے پست منزل تک پہنچ گیا ہو اوسکی روح
ہی دنیا کی وہ مقدس ترین درگاہ ہے جس مین اگر کوئی قدم رکھ سکتا ہے تو وہ خود ہی رکھ سکتا ہے، اگر
کسی آلہ کے ذریعہ سے دل کی حالت معلوم کرنا ممکن ہو تو علوم طبیعی کے حامل اور اپنے خیالات کی بنیاد
مدرکات خارجی پر رکھنے والے علماء اپنے قلب کو اس آلہ کا سر مشق بنانے کے لیے تیار نہ ہون... لیکن
بااین ہمہ علم کو اخفا سے نفرت ہے، تقدس اس کے نزدیک بے معنی اور اخفا اس کے نزدیک نفرت
انگیز ہے، وہ اپنا تعلق صرف انہی چیزون سے رکھنا چاہتا ہے جو منظر عام پر لائی جا سکتی ہین، لیکن مذہب
کی حالت اس کے برعکس ہے، اس مین غور وفکر سے زیادہ احساس کی ضرورت ہے، اخفا اس کے لیے
لازمی ہے، اس کا یہ حکم ہے کہ "جب تمھین نماز پڑھنا ہو تو اپنے کمرہ مین چلے جاؤ دروازے بند کر لو
اور اپنے اس خدا سے دعا مانگو جو پوشیدہ ہے" یہ وہ ضرورت ہے جسے طفل مکتب بھی محسوس کرتا ہے،
اسی لیے وہ مدرسہ کی خوابگاہ مین سب کے سامنے نماز پڑھنے سے جھجکتا ہے، (رباِنی)

تلخیص و تبصرہ

"اسلامی کپڑے"

اسلامی حکمرانون نے صنعت و حرفت کی طرف خاص توجہ کی تھی، ہم اب تک جانتے تھے کہ ہندوستان ہی کو اپنے کپڑون پر ناز تھا لیکن برطانوی عجائب خانہ مین بعض ایسے کپڑے کے ٹکڑے موجود ہین، جو اعلیٰ عرب صناعی کا بہترین نمونہ ہین، آج ہم ان مین سے بعض صنعتون کو تاریخ کی روشنی مین پیش کرتے ہین،

پارچہ ۱۲۲ یہ ایک ریشمی کپڑا ہے، جو سیاہ، ارغوانی اور بنفشی رنگ کے تاگون سے بنایا گیا ہے، اس مین تین دھاریان ہین، بیچلی دھاری مین ایک تصویر بنائی گئی ہے جس مین ایک شیر ایک ہرن کو درخت کے قریب پکڑے ہے، باقی دو دھاریون مین عربی عبارتین ہین، یہ تصویرین اور عبارتین پوری لمبائی مین دہرائی گئی ہین، یہ ٹکڑا شاید کسی عمامہ، یا رداکا ہے، ۱۹۲۱ء مین لفٹنٹ کرنل آر، جی، گیرانڈرسن نے عجائب خانہ کو پیش کیا تھا، عبارت کے الفاظ یہ ہین،

"عز لمولانا السلطان الملك الناصر"

مصری سلاطین مین سے جنھون نے الناصر کا لقب اختیار کیا صلاح الدین یوسف (۱۱۷۱-۹۳ء) اور مملوکی ملوک محمد بن قلاؤن (۱۲۹۳-۱۳۴۱ء) احمد (۱۳۴۲ء) حسن (۱۳۴۷-۶۱ء) فرج (۱۳۹۹-۱۴۱۲ء) اور محمد بن قلاؤن بائع (۱۴۹۶ء) تھے، چونکہ یہ کپڑا مصر مین ملا ہے، اس لیے اگر ہم اس کو ان مین سے کسی ایک کے عہد کی طرف منسوب کرین تو شاید غلط ہوگا، مسٹر کنڈرک کا خیال ہے کہ اس کپڑے کی وضع، سلطان محمد بن قلاؤن کے عہد کے کپڑون سے بہت متشابہ ہے، مملوک سلاطین مین

یہ مشہور تھا اور دوسری چیزون پر بھی اس کا نام ملتا ہے، اس کے علاوہ دو ٹکڑے اس قسم کے اور ہین،
ان مین سے ایک برطانوی عجائب خانہ مین اور ہین، جن پر "الناصر" بنا ہوا ہے، یہ ٹکڑے بھی مصر ہی مین
اسیوط کے قریب ملے تھے اور ان پر اس کا پورا نام لکھا ہے، دوسرا ٹکڑہ سینٹ میری چرچ، ڈنزگ
مین ہے، اس مین بھی "الناصر" ایک چڑیا کے بازو پر بنا ہوا ہے،

اسلامی کپڑون مین عبارت کے بعد عموماً تاریخ نہین بنی جاتی، لیکن پیرس مین ایک کپڑا ایسا ہے،
جس مین تاریخ بھی موجود ہے اس کی عبارت یہ ہے،

۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲ ثمن واربعین واربعمایۃ

عبارت نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کپڑا ۴۴۸ھ کا بنا ہوا ہے، یہ سنہ ۱۰۵۶ء کے مطابق ہے،
یہ سال فاطمی خلیفہ المستنصر کے ایام حکومت مین سے ہے،

(جرنل ایشیاٹک سوسائٹی)

فتوح مصر مصنفہ ابن عبد الحکم

اخبار علمیہ کے سلسلہ مین اس کتاب کی طباعت واشاعت کا ذکر آچکا ہے، آج ہم اس کا
مفصل ریویو جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ مین شایع ہوا ہے ہدیۂ ناظرین کرتے ہین،

کتاب ۳۶۹ صفحات پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ ۶۵ صفحہ کا مقدمہ ہے، چارلس
سی ٹوری نے اس کو اڈٹ اور ایل یونیورسٹی پریس نے شایع کیا ہے،

"ابن عبد الحکم ایک مصری عرب تھا، اس کی تصنیف جو نوین صدی عیسوی مین لکھی گئی
تھی اور اب مکمل طور سے شایع ہوئی ہے، عرب تاریخ کے ان قدیم اجزا مین ہے، جو ہم تک پہنچے
ہین، کتاب کا موضوع اس کے نام سے وسیع تر ہے، حتیٰ کہ اس مین ان اصحاب کرامؓ کا تذکرہ

بھی ہے جو مصر مین داخل ہوئے تھے، کتاب تقریباً تمامتر احادیث وروایات پر مشتمل ہے، تاریخ فتوحات عرب کے لحاظ سے عموماً اور فتح مصر کے لحاظ سے خصوصاً یہ کتاب بہت وقیع ہے کہ اس مین وہ تمام روایات جو عربون کے تسخیر ملک سے متعلق ہین، ملتی ہین، مقامی تاریخ کی حیثیت سے بھی جو تفصیل اس مین ہے وہ کسی دوسری کتاب مین نہین، اس کی قدامت اگرچہ اس کے صحت کی دلیل ہے، تاہم بعض روایات افسانہ، بعض ضعیف اور بعض غلط ہین، کتاب کی ترتیب وطرز بیان بھی کچھ ایسا اچھا نہین ہے اور آدمی گھبرا جاتا ہے، چاہئے تھا کہ جو کچھ حالات ملے تھے وہ اس سے بہتر طریقہ سے لکھے جاتے، اس کمی کی وجہ سے تاریخ کا اصل مقصد ایک حد تک فوت ہوجاتا ہے، پھر باین ہمہ یہ ایک اہم منبع تاریخ ہے،

پروفیسر ٹوری نے اس کا بہت اچھا اڈیشن شایع کیا ہے، اصل کتاب مختلف قلمی نسخون سے جن مین سے ایک خاص طور سے بہتر ہے، ترتیب دی گئی ہے، اس اہم کام مین جو مشکلات پیش آئی ہین ان کو نہایت ہی قابلیت سے حل کیا گیا ہے، پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر احتیاط و دقت نظری سے کام لیا گیا ہے، غلطیان شاذ ہی ہین، اس مین ایک مقدمہ اور تشریح طلب الفاظ کے ضمیمہ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے،

عالم ملکوت

دی ریویو آف ریلیجنز کا ایک فاضل نامہ نگار لکھتا ہے کہ فرشتون کے وجود، اونکی تخلیق اور اونکی عبادت کا علم ایک مشکل فن ہے، دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب نے اس کی طرف توجہ کی ہے، زردشتی برہمن، یہود، عیسائی اور مسلمان سب کے سب اس کے متعلق ایک خاص عقیدہ رکھتے ہین، اسلام نے اس موضوع کو زردشتی مذہب سے بہتر بیان کیا ہے کہ دوسرے مذاہب مین یہی سب سے زیادہ اس جانب مائل ہے، ہندؤن نے اس کو دیوتا پرستی کی صورت دے رکھی ہے، زردشتی بعض مواقع پر غلطی کر گئے ہین، اور عیسائیون مین اختلاف ہے، ایک فرقہ کا خیال ہے کہ اونکی عبادت بھی کرنی چاہئے اور دوسرا

اس کا مخالف ہے،

"اُن کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بھی انسان کی طرح خداوند تعالیٰ کی مخلوق ہین، لیکن بعض آدمیون کا خیال ہے کہ اگرچہ اللہ پاک نے فرشتونکو مختلف فرائض کے انجام دینے کے لیے مقرر کیا ہے، تاہم وہ خدا ہی سے ملے ہوئے اور اس سے الگ نہین ہین، اسی عقیدہ نے اون کو فرشتون کی پرستش پر آمادہ کر دیا ہے، مثلاً ہندؤن کا عقیدہ ہے کہ چاند، سورج، اور ستارون کے مختلف فرشتے ہین، جو اونکی حرکات پر نظر رکھتے ہین، پس اونھون نے ان چیزون کی اور ان کے ساتھ ان کے فرشتون کی عبادت شروع کر دی، لیکن اسلام مین ایسا نہین ہے، وہ سکھاتا ہے کہ فرشتے خدا کی مخلوق ہین، قرآن کہتا ہے کہ "کیا ہم نے فرشتون کو عورت بنایا ہے حالانکہ وہ اس کے شاہد تھے" اس طرح خدا اور فرشتون کے ایک ہونے سے انکار کیا گیا ہے،

فرشتون کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اون مین جنس نہین ہے، نہ تو وہ مذکر ہین اور نہ مؤنث کیونکہ وہ نور سے پیدا کیے گیے ہین، ایک جگہ ہم قرآن مین پڑھتے ہین، "اور تم فرشتون کو مؤنث کہتے ہو؟" قرآن شریف ہم کو بتاتا ہے کہ فرشتون کے بھی مدارج ہوتے ہین، (۱) یہ وہ فرشتے ہین جو صفات الٰہی کو دنیا مین ظاہر کرتے ہین اور اس لیے اول درجے پر ہین، (۲) ان فرشتون کے مددگار، اور قربت خداوندی سے سرفراز ہین (۳) یہ وہ فرشتے ہین جو ہر ذرہ کی خصوصیت کے اظہار کے ذمہ دار ہوتے ہین وہ لاتعداد ہین کیونکہ دنیا کی مخلوق بھی بے شمار ہے، قرآن کہتا ہے "کوئی نہین، بلکہ صرف خداوند تعالیٰ اپنی مخلوقات کی تعداد جانتا ہے"

انسان کے برخلاف، فرشتے نظرتاً نیک معلوم ہوتے ہین اور ان مین برائی کی کوئی قوت نہین ہوتی، لیکن وہ مطیع و فرمانبردار ہوتے ہین اور اپنے خالق و مالک کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہین، قرآن کہتا ہے "کہ وہ اپنے مالک کی نافرمانی نہین کرتے، بلکہ ان کو جس بات کا حکم دیا جاتا ہے، اُسے بجالاتے ہین"

علوم مشرقیہ کی تاریخ

جرمنی مین

دمشق کے عربی رسالہ "مجمع العلمی العربی" نے موجودہ یورپین مستشرقین کے پاس خطوط لکھے تھے کہ وہ اپنے اپنے ملک مین عربی زبان وادبیات کی تعلیم واشاعت کی تاریخ لکھکر بھیجین اس سلسلہ مین جرمن پروفیسر بروکلمان نے جرمنی مین علوم عربیہ کی تعلیم واشاعت کی تاریخ لکھکر بھیجی ہے جو رسالہ مذکور نے رجب ۱۳۴۱ھ کے پرچہ مین شایع کیا ہے پروفیسر موصوف لکھتے ہین:

جرمنی مین عربی تعلیم کی حقیقی ابتدا اونیسوین صدی سے ہوئی، اگرچہ اس صدی سے پہلے بھی جرمن مدارس مین عربی کی تعلیم ہوتی تھی، لیکن موجودہ طرز پر تعلیم نہین دیجاتی تھی بلکہ عبرانی کتابون کی تفسیر اسکا اصلی مقصد تھا، اگرچہ اٹھارہوین صدی مین بعض مدرسین نے جن مین یوحنا یعقوب ریسکہ المتوفی ۱۷۹۴ء اور ادلاف غوستاف مدرس مدرسہ ر دستوفیہ زیادہ مشہور ہین، علوم عربیہ کی ابتدا عمدہ طریقہ پر کی تھی، تاہم اس زمانہ مین جرمنی نے مشرقی معاملات کے متعلق کوئی نمایان شہرت حاصل نہین کی، البتہ آسٹرین لوگ سلطنت عثمانیہ کے ساتھ تجارتی اور سیاسی تعلقات رکھتے تھے اور اس تقریب سے وائنا مین ترکی تعلیم نے ترقی حاصل کی اور علامہ وان ہامر المتوفی ۱۸۵۶ء نے اس کی تجدید کی، وہ علوم عربیہ کا بھی ذوق رکھتا تھا، اور اُنکی تاریخ مین ایک عظیم الشان کتاب بھی شایع کی، لیکن چونکہ وہ عربیت کا ماہر نہ تھا اس لیے وہ اس کتاب کو اُس کے اصلی درجہ تک نہ پہنچا سکا،

اونیسوین صدی کی ابتدا مین علامہ سلفستر دی ساسی جو یورپ مین عربی تعلیم بالخصوص صرف ونحو کا مجدد خیال کیا جاتا ہے پیرس کے مدرسہ مشرقیہ مین عربی علوم کی تعلیم دیتا تھا اس لیے بعض جرمن طلبۂ نے بھی جن مین مانیرخ میرخت فلیشر (۱۸۰۱ء۔۱۸۸۸ء) اور مانیرخ ایفلد (۱۸۰۳ء۔۱۸۷۵ء) بھی شامل

ہیں پیرس کا رخ کیا اور یہی دونون جرمن عربی جدید کے بانی قرار پائے، ان مین اول الذکر لیبزگ مین لغات مشرقیہ کا مدرس ہوگیا اور آخرالذکر نے گوٹنگن مین یہی خدمت انجام دی، اور دونون نے متعدد عربی کتابین لکھین اور بعض عربی کتابون کو ایڈٹ کیا اس کے بعد جمعیۃ الشرقیۃ الالمانیہ کی بنیاد ڈالی گئی اور اس نے اپنا مشہور رسالہ جاری کیا اور عربی کی بہت سی نادرالوجود کتابین شایع کین،

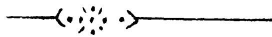
مشرقی زبانون کے طلبہ نے گوٹنجن اور لیبزگ کا رخ کیا اور ایفلد کے تلامذہ مین نولدیکی نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی اور اس نے تاریخ قرآن پر ایک کتاب لکھی، بعض شعرائے جاہلیت کے دواوین کی تصحیح کی، تاریخ طبری کا جو ٹکڑا دولت ساسانیہ سے تعلق رکھتا ہے اوس کا ترجمہ کیا اور سامی بالخصوص سریانی زبان مین متعدد کتابین تالیف کین،

نولدیکی کے تلامذہ مین دو شخص یعنی اڈورڈ سخاو، اور بروکلمن زیادہ مشہور ہوئے، اور ان مین سخاو نے برلن مین مدرسہ شرقیہ کو قائم کیا اور بروکلمن نے آداب عربیہ کی تاریخ لکھی اور ابن قتیبہ کی عیون الاخبار کو شایع کیا، وہ برلن کے مدرسہ مین سخاو کا جانشین بھی ہوا اور ان کے علاوہ جرمنی مین اور بھی بہت سے مستشرق پیدا ہوگئے،

ایفلد کے مشہور تلامذہ مین ولہاسن (۱۸۴۴ء - ۱۹۱۸) بھی ہے، جو گوٹنجن کے مدرسہ مین اس کا جانشین ہوا اور متعدد کتابین لکھین، ایفلد کے تلامذہ اور ان تلامذہ کے تلامذہ کا مطمح نظر عرب کی تاریخ، عرب کے مذہب اور عربی آداب کی تنقید تھی، لیکن فلیشر اور اوس کے تلامذہ نے نحو عربی اور تنقید لغت کو خاص طور پر پیش نظر رکھا تھا، فلیشر کے مشہور تلامذہ مین علامہ توربکہ (۱۸۳۷ء - ۱۸۹۰) ہے جس نے حریری کی کتاب درۃ الغواص کو شایع کیا ان کے علاوہ اوغوست مولر (۱۸۲۸-۱۸۹۵) مورخ دول اسلامیہ اور بہت سے مشہور مستشرق ہین،

جرمنی مین ایفلد اور فلیشر کے علاوہ دی ساسی کے اور بھی بہت سے تلامذہ ہین، جن مین غوستاف فلوغل (۱۸۰۲ء - ۱۸۷۰ء) اور ولیلم آہلورد (۱۸۳۰-۱۹۰۲) بھی شامل ہین، ان مین فلوغل نے حاجی

غلیفہ کی کتاب کشف الظنون اور فہرست ابن الندیم شایع کی ہے، اور تاریخ آداب عربیہ مین بکثرت رسائل لکھے ہین، ولیلم آمورڈ نے شعرا ستہ کے دوادین، اصمعیات عجاج اور رؤبہ وغیرہ کے دوادین کی تصحیح کی ہے، اور اس عظیم الشان جلدون مین کتب خانۂ برلن کی عربی کتابون کی فہرست لکھی ہے اس طرح تمام جرمن مدارس مین عربی علوم عام طور پر پھیل گیے، اور عظیم الشان ترقی حاصل کی، چنانچہ ۱۲ سال سے مجلۃ الجمعیۃ الاستشراقیۃ الالمانیہ کے علاوہ خاص طور پر تاریخ اسلام کے متعلق ایک رسالہ نکل رہا ہے، اور اس کے بانی کارل مائیرخ بیکر ہین جو اس وقت برلن کی وزارت تعلیم کے سکرٹری ہین،



اخبار علمیہ

انگلستان مین دنیا کی سب سے بڑی تحت البحر کشتی بن رہی ہے، اس مین ایک ۱۲ انچ کی توپ رہیگی یہ کشتی نہایت آسانی سے بم اندازی کرکے پانی کے نیچے ہو رہیگی، اپنی رفتار اور قوت کے لحاظ سے وہ دنیا کے ہر بڑے جہاز سے زیادہ بہتر و طاقتور ہوگی،

جرمنی نے اتحادیون کو ۱۹۲۲ء کے اختتام تک جو رقم بطور تاوان جنگ ادا کی ہے، اس کے اعداد مجلس تاوان نے شایع کیے ہین،

اس وقت تک کل ادا کردہ رقم کی تعداد .... ۲۵۹۲ پونڈ ہے اس مین سے ...... ۹۲۹ پونڈ نقد ہین اور ..... ۱۶۶۳ پونڈ بصورت اشیار،

اس مین سے ..... ۱۹۶۱ پونڈ کی رقم، اتحادیون نے کوئلہ کے لیے جو پیشگی دی تھی اس مین اور ... . ۱۲۲۴ پونڈ اتحادی افواج کے خرچ قیام کے مدمین وضع کر لی، باقی رقم مین ..... ۵۶۹ پونڈ برطانیہ ..... ۱۴۵ فرانس اور ..... ۲۲۷۰ پونڈ بلجیم کے ہاتھ آئے ۔

کپتان، سی، ایچ، تھامسن نے حال ہی مین میمی، فلوریڈا کے جنوب مین ایک عظیم الجثہ و عجیب الخلقت مچھلی شکار کی ہے، اس قسم کی کوئی مچھلی اب تک دیکھی نہین گئی تھی، ذیل کے اعداد سے آپ اس مچھلی کا کچھ تصور کر سکینگے،

لمبائی ۴۵ فٹ،

وزن ۱۵ ٹن یا ۳۳۶۰۰ پونڈ،

دورہ ۸ فٹ ۳ انچ

گولائی ۲۳ فٹ ۹ انچ.

منہ ۳۸ انچ چوڑا اور ۴۳ انچ گہرا، زبان ۱۴۰ انچ لانبی اور ہزارون دانت،

کھال ۳ انچ موٹی،

جس وقت اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو اس مین ۴۰۰ پونڈ کی ایک اور ۱۵۰۰ پونڈ کی ایک مچھلی نکلی، اس کے علاوہ ۵۰۰ پونڈ مونگے بھی تھے،

مغربی اسٹریلیا مین ایک بڑا موتی ملا ہے، جو ۲۰۰ گرین ہے، اس کی قیمت ۱۲۰۰۰ پونڈ ہے، اس وقت سب سے بڑے موتی کا وزن ۱۰۰ گرین تھا اور اس کی قیمت ۱۰۰۰۰ پونڈ تھی،

صرف حلقۂ لندن کے مدارس نے اسپتالون کے لیے ۵۰۰۷ پونڈ چندہ دیا ہے،

انگلستان کی مجلس اوقاف ۱۵۰۰۰ اوقاف کا انتظام کرتی ہے ان اوقاف کی سالیت تقریباً ۱۶۸۶۰۰۰ پونڈ ہے،

فرانس کے ایک ماہر نے ہوائی جہاز کو قابو مین رکھنے کا جو پرزہ ایجاد کیا تھا، اس کے صلہ مین اوسے مختلف کمپنیون سے ۱۸۷۷۵ پونڈ اور حکومت سے ۲۴۵۰۰ پونڈ ملے ہین،

فرانس زراعت مین جس سرعت سے ترقی کر رہا ہے، اس کا حال یہ ہے کہ ۱۹۱۸ء کی بہ نسبت ۱۲۵۰۰۰۰ مولیشی بڑھ گئے ہین، اس وقت ۱۲۰۰۰۰۰ سور، ۹۰۰۰۰۰ بھیڑ اور ۴۰۰۰۰۰ گھوڑے زیادہ ہین،

مسز سٹرزنر کے تین بچے ایک ساتھ پیدا ہوئے ہین، ان مین سے دو لڑکیان اور ایک لڑکا، اسی خاتون کو ۲ سال قبل دو توام لڑکے پیدا ہو چکے ہین،

لندن مین ایک ہوٹل تیار ہو رہا ہے جو سال بھر مین ۱۰۰۰۰۰۰ آدمیون کو کھانا کھلائیگا، اس مین بیک وقت ۴۵۰۰ آدمی اپنی بھوک و پیاس دور کر سکینگے، ان مہمانون کی خدمت کے لیے ۹۰۰ خادم ہر وقت حاضر رہینگی،

سنہ ۱۹۲۲ء مین عورتون نے اپنی ایجادات کو محفوظ کرانے کے لیے ۴۰۶ درخواستین دین، گذشتہ سال اونکی تعداد صرف ۲۹ تھی،

سنہ ۲۲ء مین انگلستان دویلز مین شراب کے ۲۲۳۴۴۳۸۹ پیپے خرچ ہوئے،

گذشتہ جون مین، لندن مین مطبوعہ کتابون کی ایک نمائش ہوئی تھی، اس مین سینکڑون قسمون کی طباعت کے نمونے رکھے گئے تھے.

انگلستان کے ۱۲، مختصر فسانہ نویسون نے "بہترین فسانہ" کے نام سے ایک مجموعہ شایع کیا ہے

اس مین ہر قصہ نویس نے اپنا بہترین قصہ پیش کیا ہی،

برلن سے ڈاکٹر کاہن وینر نے ایک کتاب ۵۰۶ صفحات اور ۲۰۰ تصاویر کی شایع کی ہے، اس مین مصر قدیم، بابل، ایران، اسلام، چین اور جاپان کے حالات ہین،

کیمبرج یونیورسٹی سے ایک تاریخی رسالہ عنقریب شایع ہوگا، اس کا مقصد، یونیورسٹی کی تاریخی کوششون کو پبلک کے سامنے پیش کرنا ہے، اس کے اڈیٹر تاریخ جدید کے پروفیسر مسٹر ایچ، ڈبلو، وی ٹیمپرلی ہونگے، رسالہ ابھی سالانہ ہوگا، اس کی قیمت ۶ شلنگ ہوگی،

اسی یونیورسٹی نے اپنی برطانیہ کی خارجی تاریخ کے سلسلہ کی دوسری کڑی جو ۱۸۶۶ء سے ۱۹۰۲ء کے حالات پر مشتمل ہو، شایع کی ہے، سر اے، ڈبلو، وارڈ نے اسے اڈٹ کیا ہے،

جون کے آخری ہفتہ مین شاہی تعلیمی کانفرنس لندن مین منعقد ہوئی تھی، اس مین ابتدائی تعلیم کے تمام نئے طریقون کی نمایش کی گئی تھی اور نوآبادیات کے تقریباً ۵۰۰، ۶۰۰ ماہرین تعلیم اس مین شریک تھے،

گذشتہ مئی مین مدراس کے اخبارات نے ۱۲ سالہ لڑکے ماسٹر بار وسٹے کی تصویر و حالات شایع کئے تھے، یہ لڑکا علم موسیقی مین غیر معمولی کمال رکھتا ہے، اور بیس سے زیادہ سازون کو استادانہ بجا سکتا ہے، اب اسٹیٹس مین نے سسلی کے ایک ۱۱ سالہ لڑکے کا حال لکھا ہے، جو اس وقت اس فن مین استاد تسلیم کیا جاتا ہے اور ماہرین اس کی فوق الفطرت ذہانت سے حیران ہین،

ادبیات

کلام شاد

حضرت شاد عظیم آبادی

موجِ پیمانۂ تقدیر ہے گیسو تیرا
طاقِ میخانۂ توحید ہے ابرو تیرا

مہک اٹھا چمنِ دہر کا پتہ پتہ
راز چھپنے نہیں دیتی تری خوشبو تیرا

صفِ آخر میں ہوں میں وا اسفا اے قاتل
خوف یہ ہے کہ تھکا جاتا ہے بازو تیرا

رک گئے کیوں درِ جنت پہ بہشتی سارے
کھل گیا ہو نہ مہکتا ہوا گیسو تیرا

سجدۂ خم کی طرف سب کو جھکا دیتا ہے
اس میں بھی طاق ہے ساقی خمِ ابرو تیرا

منہ نکالے تو بھلا ماہ شبِ چار دہم
ماند کر دیگا چمکتا ہوا جگنو تیرا

جب نگہ ہوتی ہے گستاخ تری عاشق کی
منہ ترا دیکھ کے رہ جاتا ہے ابرو تیرا

نہ اگر دستِ حنائی کا اشارہ پائے
شانہ سلجھائے تو الجھا ہوا گیسو تیرا

لغزشیں کھائیگا ساقی کی سنبھل جا اے مست
خون رلائیگا چھلکتا ہوا چلو تیرا

دل الجھتا ہے کہ کیونکر نکل آؤں منہ سے
ذکر سن لیتا ہے کانوں سے جو ہر سو تیرا

کیسی وحشت نہ رہے ایک کے بھی ہوش بجا
چوکڑی بھول کے منہ تکتے ہیں آہو تیرا

سر جو اب تن پہ نہیں مجکو سبکباری ہے
ٹل گیا بوجھ سلامت رہے بازو تیرا

سامنے خم ہے سمجھ بوجھ کے پینا اے مست
کوئی گرتے ہوئے پکڑیگا نہ بازو تیرا

کون ہوگا ترا غمخوار بتا بعد مرے
کون پونچھیگا ڈھلکتا ہوا آنسو تیرا

مانگنے کی نہ منگانے کی ضرورت ای مست شکر کر جام خدا داد ہے چلو تیرا

مین تو کیا چیز ہون نبیونکی جھکی ہی گردن یار اعجاز سے بھی بڑھ گیا جادو تیرا

شاد کیا کیجئے دیکھا نہین جاتا مجھ سے

چہرہ اترا ہوا بہتا ہوا آنسو تیرا

پیام حسرت

وہ چپ ہو گیے مجھ سے کیا کہتے کہتے کہ دل رہ گیا مدعا کہتے کہتے

مرا عشق بھی خود غرض ہو چلا ہے ترے حسن کو بے وفا کہتے کہتے

شب غم کس آرام سے سو گئے ہم فسانہ تری یاد کا کہتے کہتے

یہ کیا پڑ گئی خوئے دشنام تم کو مجھے ناسزا برملا کہتے کہتے

خبر ان کو اب تک نہین مرمٹے ہم دل زار کا ماجرا کہتے کہتے

عجب کیا جو ہے بد گمان سب سے واعظ برا سنتے سنتے، برا کہتے کہتے

وہ آئے مگر آئے کس وقت حسرت کہ ہم چل بسے مرحبا کہتے کہتے

حیات ثابت

جناب سید یامین صاحب ہاشمی بی اے

رو کے ایک تارے نے یہ مجھ سے کہا وقت سحر ہے بیاض صبح روشن مجھ کو تمہید سفر

اپنی ہستی کے لیے مین رات کا ممنون ہون زندگی میری فنائے صبح پر ہے منحصر

وائے قسمت! میری کوئی مستقل ہستی نہین زندگی ممنون شب اور موت ممنون سحر

وہ بھی کیا مرنا جو لطف غیر کا شرمندہ ہو

زندگی وہ کیا جو مرگ غیر پر ہو منحصر

مطبوعات جدیدہ

انتصار الاتراک جزء اول، یہ گذشتہ جنگ اتراک و یونان کی ایک تاریخ ہے جس کو عربی زبان میں مصر کے ایک عیسائی فاضل جناب "حنا منا مطر" نے روزانہ اخبارات کے مضامین سے ترتیب دیکر شایع کیا ہے، اس میں جنگ اناطولیہ کے حالات اور ترکان احرار کے کارناموں کو نہایت صحت کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، موقع موقع سے تصویریں بھی دی گئی ہیں یہ حصہ صرف فتح قسطنطنیہ تک کے حالات اور دنیائے اسلام کی عام مسرت و ابتہاج کا نقشہ پیش کرتا ہے، باقی حالات کے لئے دوسرے جز کا انتظار کرنا چاہئے جن لوگوں کو اس جنگ کی صحیح تاریخ معلوم کرنے کا شوق ہو اس کتاب کو ضرور منگائیں، لکھائی، چھپائی اور تصویریں عمدہ نہیں، خلافت کمیٹی بمبئی سے اسکی قیمت اور ملنے کا پتہ معلوم ہو سکے گا،

انتخاب صحاح ستہ یہ حدیث کی چھٹوں مستند کتابوں کی ۹۵، منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جس سے ہر مذہب و ملت کے پیرو یکساں طور پر مستفید ہو سکتے ہیں، مولوی نیاز علی پنشنر اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس پنجاب نے اس کو ترتیب دیا ہے عربی متن کے ساتھ ان احادیث کا اردو ترجمہ بھی دیدیا گیا ہے، ۲۹ صفحہ کا ایک مقدمہ بھی شامل ہے جس میں آنحضرت صلعم کے مختصر حالات، اور حدیث اور ائمہ حدیث پر مختصر تبصرے کئے گئے ہیں، بعض مواقع پر ترجمہ اور تفسیر میں غلطیاں بھی ہیں، صحیح مسلم اور بخاری میں (ریاء و سمعہ) یعنی ریاکاری اور شہرت طلبی کی مذمت میں ایک حدیث منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا

من یسمع سمع اللہ بہ و من یرائی یرائی اللہ بہ،	جو اپنے کارناموں کا آپ اعلان کرتا رہتا ہے، خدا اسکو بدنام کر دیتا ہے اور جو اپنی خوبیاں دکھایا کرتا ہے خدا اسکے عیوب کو کھول دیتا ہے،

تسمیع سے مراد اپنے نیک کاموں کا ذکر کرنا اور "ریا" سے مراد لوگوں کو دکھانے کے لئے اور شہرت طلبی کی غرض سے نیک کام کرنا، مگر بعض شارحین کے نزدیک ریا سے مراد اپنی خوبیاں آپ ظاہر کرنا، اور تسمیع سے مراد اپنے معائب کا ذکر کرنا ہے لیکن جناب مولوی صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے،

"جو شخص (کسی کے چھپے عیب لوگوں کو) سنائے یا دکھائے اللہ تعالیٰ اس کے چھپے عیب لوگوں کو سنائے اور دکھائے گا"

اس قسم کی معمولی لغزشوں کے علاوہ کتاب ہر طرح سے مفید ہے اور اردو خواں شائقین حدیث کے مطالعہ کے لائق ہے، قیمت عہ، پتہ شیخ غلام علی تاجر کتب کشمیری بازار لاہور،

تعلیم القرآن، قرآن، آسان قاعدہ (مصنفۂ خواجہ حسن نظامی صاحب) کا دوسرا حصہ ہے جس میں لڑکے لڑکیوں کی تعلیم قرآن کی غرض سے چند ابواب کے ماتحت قرآن مجید کی آیتیں ترجمہ کے ساتھ درج کی گئی ہیں، اصل مقصود تو بچوں کو عربی الفاظ کا زبان پر رواں کرنا ہے تاکہ وہ قرآن مجید آسانی سے پڑھ سکیں، لیکن مزید فائدہ کی غرض سے وہ آیتیں لی گئی ہیں جن میں، عقائد، عبادات، اور اخلاق کا ن ہے، ہر آیت کے بعد اس کا ترجمہ کر دیا گیا ہے، قیمت ۸ر لکھائی چھپائی عمدہ پتہ کارخانہ حلقہ المشایخ دہلی،

چندن، ہندوستان کے افسانہ نویسوں میں منشی پریم چند کے بعد پنجاب میں جناب سدرشن کا نام لیا جاتا ہے یہ کتاب انہیں کے لکھے ہوئے چند افسانوں کا مجموعہ ہے جس میں مختصر قصوں میں ہندوستانیوں کے بلند اخلاق دلچسپ انداز اور روزمرہ کے واقعات کی شکل میں پیش کیا گیا ہے، یہ افسانہ بجائے خود سبق آموز، موثر، اور دل کش ہے، بیچ بیچ میں زبان کی خامیاں گراں گذرتی ہیں عبارت سادہ اور سلیس ہے، واقعات کا عام انتخاب بھی ستایش کے قابل ہے، تقطیع چھوٹی، جلد خوشنما،

آفتاب دمشق، مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی کا اس نام سے ایک تاریخی ناول شایع ہوا ہے جسمیں خلافت راشدہ کے زمانہ کے مجاہدانہ کارناموں کو عشق و محبت کی داستان میں پیش کیا گیا ہے، یونس اور سلمونیہ اس ناول کے ہیرو ہیں، یونس یقیناً کوئی صحابی یا تابعی ہے، مگر وہ جس طریقہ سے اظہار عشق کرتا ہے اس میں تقدس کی بوتک نہیں آتی، یونس سلمونیہ سے پہلی مرتبہ ایک خفیہ مکان میں ملتا ہے، یہ صورت واقعہ اس عہد کے مقدس اخلاق کی غلط تصویر ہے، پہلی ہی ملاقات میں یونس اظہار عشق کرنے لگتا ہے [illegible] بالکل [illegible] اچانک طریقہ سے اہل شام کی محفل عید کو درہم برہم کر دیتا ہے، اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا اصول تھا "اسلام یا جنگ"، روھنس جس طریقہ سے اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ کر خالد سے ملتا ہے اس سے اسلام کی حقانیت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ روھنس کی قومی غداری کا ثبوت ملتا ہے، دشمن نے ہر موقع پر صحابہ کو وحشی، غیر مہذب اور ناخدا ترس کہا، کسی موقع پر کسی دشمن نے [illegible] کا اعتراف نہیں کیا، سارے قصہ میں ایسے واقعات ہیں جو ان کے اس الزام کو دفع کرتے ہوں، مولوی صاحب کو [illegible] کے ساتھ عشق ہے، مگر [illegible] خودکشی کا ایک [illegible] نہیں [illegible] سچ یہ ہے کہ افسانہ نویسی کے بھی مختلف شعبے ہیں، مولوی صاحب [illegible] ہندوستان کی [illegible] معاشرت، بول چال، رسوم و رواج اور ان کے متعلق [illegible] خیالات کو ان کے مذاق کے مطابق خوب ادا کر سکتے ہیں، اس لئے اس کامیاب شعبہ فن کو چھوڑ کر کسی نئے میدان میں کامیابی مشق و مہارت چاہتی ہے، کتاب اچھی چھپی ہے، قیمت عہ پتہ [illegible] لوہاری دروازہ لاہور

جوہر شمشیر، خان بہادر حاجی حکیم عبد الرحیم صاحب نے اس کتاب میں [illegible] کی مختلف طبی صورتیں یکجا کرائی ہیں، ان کا خیال ہے کہ وہ [illegible] مختلف امراض کا علاج ہے، قیمت [illegible] پتہ عبد الرزاق تاجر کتب قادریہ بک ڈپو [illegible]

مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ — ۱۲ر

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری، ۸ر

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۴ر
دوسری ریڈر طبع دوم، ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق، (زیر طبع) ۸ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطاء مالک پر تبصرہ ۸ر

خلافت و ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکوں اور کتبوں سے ان کا ثبوت، ۸ر

دنیائے اسلام اور خلافت، موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لیے دنیا کی مسلمان قومیں کیا جدوجہد کر رہی ہیں مصنف کے سفر یورپ کے عجیب معلومات ہیں، ۶ر

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی گذشتہ صدیوں میں کیا خدمتیں انجام دی ہیں، عہ

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے، ۴ر

مولنا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات اخلاق و معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے ضخامت ۴۵۰ صفحے ۱ر

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی، اور علمی کارناموں کی تفصیل صفحات ۴۵۰ قیمت للعہ

انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی کا خلاصہ طبع دوم، قیمت عا

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی اخلاقی اور علمی کارناموں کا مرقع، قیمت عہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عا غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے، مجلد عا

مولوی عبد الماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی، ۱۲ر

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عا

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول ستہ، جلد دوم عہ

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے قیمت باختلاف کاغذ عہ و ۱۲ر

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ ریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہیں، عمدہ ٹائپ میں چھپی ہے قیمت عا

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات

اور عام صحابیاتؓ کی سوانح عمریان اور اون کے علمی و اخلاقی کارنامے، قیمت

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول، دوم

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی، اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ،

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب "جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ" کا اردو ترجمہ جس مین انسانی جماعت کے اخلاق، پبلک رہنمایون کی خصوصیات، اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کیے گئے ہین، صفحہ ۲۴۴،

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان

مذہب کی باتین، بچون اور بچیون کی تعلیم کے لیے

رسالۂ قوت خیال، درستی اخلاق کے باب مین ایک مشہور انگریزی رسالہ کا ترجمہ،

اثبات واجب الوجود، یعنی ذات و صفات واجب الوجود پر عقلی پہلو سے ایک نظر،

تاریخ ابو البشر، کیفیت آغاز نوع انسانی حسب تحقیقات جدیدہ

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضاء کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین،

رموز فطرت، طبیعات طبقات ارض، ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین،

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد،

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی،

نعت پیمبر، عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ،

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کے ساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین، صفحے ۲۰۱،

الانسان، اسمین انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت

تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب،

حکمت عملی، فن اخلاق پر جدید و قدیم معلومات کی جامع کتاب،

متفرق کتابین

یاد ایام، مولانا عبد الحی صاحب مرحوم ناظم ندوۃ العلماء نے اس کتاب مین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو لکھے ہین اور وہان کے امراء و وزراء علماء اور مشائخ کے حالات و علوم و فنون کی ترقی نہایت تحقیق و تفصیل سے لکھے ہین،

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمایش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر ہنکیش کے سفرنامہ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے،

بدیہہ گوئی، جناب جوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی، فارسی اور اردو کے شعراء اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات یکجا کیے ہین، قیمت

الندوہ کی جلدین موجود ہین، قیمت فی جلد ... اور فی نمبر ...

